October - 2019

اکتوبر ۲۰۱۹ء

اہل سنت وجماعت کا ترجمان

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی

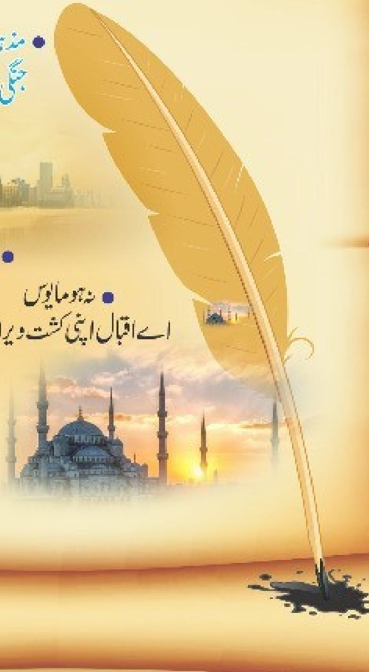


- امام احمد رضا کے
سیاسی افکار ونظریات

- مذہب اسلام کے
جنگی اصول وقوانین



- روشن مستقبل دہلی اور خطبات جمعہ



- نہ ہو مایوس
اے اقبال اپنی کشت ویراں سے

- اشاعتی اداروں کا حال زار اور
مکتبہ رضائے مصطفیٰ دہلی
کی ضرورت

15/-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل سنت وجماعت کا ترجمان

ماہنامہ
پیغام شریعت دہلی

PAIGAM E SHARIAT
Monthly

Septembe & October — شمارہ=۴۰ — جلد=۵ — محرم الحرام وصفر المظفر ۱۴۴۱ھ

ایک شمارہ کی قیمت 20 روپے، سالانہ زرتعاون 200 روپے، بیرون ممالک کے لئے 50 ڈالر، خلیجی

طابع، ناشر، مالک محمد قاسم نے اعلیٰ پرنٹنگ پریس 3636 کٹرا دینا بیگ، لال کنواں، دہلی-6 سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "پیغام شریعت" 442، سیکنڈ فلور، گلی سروتے والی، مٹیا محل جامع مسجد دہلی-6 سے شائع کیا۔

ترسیل وزر کا پتہ

PAIGHAM E SHARIAT
Monthly
House No. 422 1Fst Floor,
Matia Mahal Jama Masjid Delhi-110006
AXIS BANK
A/c No 918010034188407
IFSC No UTIB0000279
SARYA GANJ DELHI 6

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی
علمائے اہلسنت کی تصنیفات کا اشاعتی ادارہ
مکتبہ رضائے مصطفیٰ دہلی
۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

فہرست مضامین

﴿نوٹ﴾

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں
کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی صرف دہلی کی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔

اداریہ

اہل سنت کے طباعتی واشاعتی نظام کا حالِ زار

مکتبہ رضائے مصطفیٰ (دہلی) کے اغراض ومقاصد

از قلم: مفتی فیضان المصطفیٰ قادری (ہیوسٹن)

ہوسکتا ہے کہ طباعت واشاعت کے متعلق کچھ لکھنا اس وقت بے موسم کا ساز محسوس ہو، جب کہ ملک کے حالات نہ جانے کس رخ پر جارہے ہیں۔ کہیں ہنگامہ محشر برپا ہے، کہیں ہو کا عالم ہے، قوم دہشت میں مبتلا ہے۔ ملک کے داخلی امور کو اس طرح کنٹرول کیا جارہا ہے کہ لوگوں کے اندر حکومتِ وقت کے خلاف آواز اٹھانے کی جرات نہ رہ جائے، اور انصاف ودیانت کی بات کرنے کی بجائے حکومت کی ہاں میں ہاں ملانے کا مزاج پروان چڑھے۔ کشمیر سے لے کر آسام تک حکومتی پالیسیوں کی دہشت چھائی ہوئی ہے۔

بی جے پی کی دوبارہ حکومت کیا بن گئی جیسے جمہوری تقاضوں کو پامال کرنے کی سند مل گئی۔ جس قدر پامال کیا جائے کوئی بات نہیں، لیکن اگر امن پسند کسی غلط حرکت پر صدائے احتجاج بلند کریں تو ان پر ہی فرد جرم عائد کردیا جائے۔

گزشتہ پانچ سالوں سے ملک میں آر ایس ایس کے فیض کا جو باڑا بٹ رہا ہے، اس سے قوم کو کیا ہاتھ آرہا ہے؟ ملک کے معاشی واقتصادی حالات دِگرگوں ہیں۔ جمع پونجی کی حفاظت کی ضمانت کے لیے بینک اس دورِ ترقی کا ایک رہا سہا بھرم تھا، وہ بھی اب ہندوستان میں ٹوٹتا جارہا ہے۔ عام آدمی پر ٹکس اور جرمانے کی وہ صورتیں نکالی جارہی ہیں جو کبھی ڈراؤنے خواب میں بھی نظر نہ آتی ہوں گی، اور پوجی پتیوں کے وارے نیارے ہورہے ہیں۔

مگر اِن حالات پر لکھ لکھ کر قلم تھک گئے اور بولنے والوں کی زبانیں خشک ہوگئیں، مگر سیاسی گلیاروں میں اس کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ حکومت وقت تو ۲۰۱۹ء کے عام انتخابات میں اپنی واضح اکثریت سے فتح کو قوم کی طرف سے اپنی پالیسیوں کی منظوری مانتی ہے، اس لیے اسی سمت پیش قدمی کرتی چلی جارہی ہے، اور اپنی پارٹی کی اب تک کی کارکردگی کو یہ کہہ کر سلام تحیت پیش کیا گیا ہے کہ یہ تو صرف ٹریلر ہے، ابھی پوری فلم باقی ہے۔ نہ جانے اندرونی منصوبوں کی فہرست میں قوم مسلم اور دیگر ملکی اقلیتوں کے لیے کون کون سی آزمائشیں چھپا رکھی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قوم مسلم کی حفاظت فرمائے: آمین

فی الحال ہم اپنے قارئین کو اس ادارتی تحریر میں ایک دوسرے موضوع پر لے چلتے ہیں، یعنی لوح وقلم اور تصنیف وتالیف کے تقاضے۔ اس حوالے سے اہل قلم کی ایک اچھی ٹیم تیار ہوچکی ہے جن کے سبب اشاعتی کاموں کے ہمارے طبعی میلان کو خاطر خواہ تقویت ملی ہے، اور اس جہت میں کچھ پیش قدمی کے حوصلے بیدار ہوئے ہیں۔

اولاً ہم اس سلسلے میں جماعت کے اشاعتی کاموں کا ایک سرسری جائزہ پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں آئندہ کے لیے کچھ رہنما خطوط متعین کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

یہ امر ہمارے لیے اطمنان بخش ہے کہ ہمارے چند اشاعتی اداروں نے گزشتہ دس بیس سالوں میں اچھی کارکردگی پیش کی ہے، جن میں خصوصاً ہندوستان میں علامہ محمد حنیف خاں رضوی صاحب، بانی امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف، جناب مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب بانی مرکز برکاتِ رضا پور بندر گجرات، جناب الحاج سعید نوری صاحب سربراہ رضا اکیڈمی ممبئی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جس کے لیے یہ حضرات قابل ستائش ہیں، ان کے ذریعہ علمائے اہل سنت کی تصنیفات اچھی خاصی تعداد میں طبع ہوکر شائع ہوئیں۔

ان حضرات سے پہلے حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ نے اپنے رفقائے کار کے ساتھ ''المجمع الاسلامی'' سے طباعت واشاعت کی نمایاں خدمات انجام دیں جو ہنوز جاری ہیں، پھر جب الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ''مجلس برکات'' کا قیام عمل میں آیا تو درسی کتب کی دنیا میں انقلابی کام کا آغاز ہوا، وہ بھی حضرت مصباحی صاحب قبلہ کی انتھک کاوشوں اور توجہات کا رہین منت ہے۔

ان کے علاوہ بھی چھوٹے چھوٹے اشاعتی ادارے ہیں جو اپنی بساط بھر کام کر رہے ہیں، ہم ان تمام کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور اپنی قوم سے گزارش کرتے ہیں کہ ان تمام اداروں کو اپنے مالی تعاون سے نوازتے رہیں۔

یہی گنے چنے اشاعتی ادارے ہیں جن کی اشاعتی خدمات قابل قدر ہیں، ورنہ کتب خانوں کی دنیا میں باقی اشاعتی اداروں نے جو کچھ بھی طباعتی سرگرمیاں جاری رکھی ہیں، وہ تقریباً سب کے سب نظریہ تجارت کے تحت ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ تجارتی نظام میں اشیائے تجارت کو خوب فروغ ملتا ہے، اور مسابقاتی ماحول اس کے پھلنے پھولنے میں خوب معاون ثابت ہوتا ہے، لیکن اہل سنت کے مذہبی لٹریچر کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

تجارتی ماحول نے ہمارے علمی لٹریچر کو بہت دکھ دیا ہے، اہل علم کتابیں خریدنے کے عادی نہیں، اور عام لوگوں کو علمی کتابوں کی جگہ چٹخارے مواد چاہییں، ناولوں، افسانوں، غزلیات وادبیات پر جس قدر خرچ ہو جائے، کم ہے اور دینی وعلمی کتب پڑی کی پڑی رہ جائیں، کسی کو پرواہ نہیں۔

علمی کتابیں ایک بار کسی طرح طبع ہوگئیں تو اس کے فروخت ہونے میں سالہا سال درکار ہوتے ہیں، مارکیٹ میں اس کی کھپت مشکل ہو جاتی ہے، اور غیر علمی اور غیر معیاری کتابیں خوب بکتی ہیں، لہٰذا تاجرین کتب انھیں کتابوں پر توجہ مرکوز کیے رہتے ہیں اور علمی کتابوں کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔

عام کتب خانوں میں چلے جائیں تو تقریری کتابیں، تعویذ اور اعمال واذکار کی کتابیں، اولیائے کرام کی سوانح وتذکار پر تالیفات، قصے کہانیوں پر مشتمل کتابوں کا بہت بڑا سلسلہ ہوگا، مگر فنی کتب کا نام ونشان نہ ملے گا، چنانچہ جس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ''کشف العلہ عن سمت القبلہ'' طبع ہوئی۔ میں نے خود بریلی شریف کے کتب خانوں میں اسے تلاش کرنے کی کوشش کی، دستیاب نہ تھی، اتفاق سے ایک کتب خانہ میں بطور تبرک اعلیٰ حضرت کی یہ کتاب موجود ملی۔

سب کو معلوم ہے کہ ہمارے اکابر نے ہمیں معتبر مستند اور وافر لٹریچر سے مالا مال کر دیا ہے، مگر اُن اکابر کے گزرنے کے بعد لٹریچر کے معاملے میں اغیار ہم سے آگے نکل گئے۔ ہم جلسوں اور اعراس میں ان پر سبقت لے گئے، اور لٹریچر کے معاملے میں ہمارے انحطاط کا سفر جاری رہا۔ تقریر سے جو زندگی کی حرارتیں ملتی ہیں وہ چند روز کام کرتی ہیں، مگر لٹریچر سے جو دولت ملتی ہے اس کے اثرات دہائیوں کو محیط ہوتے ہیں، لیکن جس طرح ہماری اشاعتی سرگرمیوں کے زوال کا سفر مسلسل جاری ہے وہ افسوس ناک ہے۔

اعلیٰ حضرت اور دیگر علمائے اہل سنت کی تصنیفات عام کتب خانے والے نہیں چھاپتے، حالاں کہ ان بزرگوں کے متعلق

تقریروں کی کتابیں، بلکہ حدائق بخشش اور مجموعہ اعمال رضا و شمع شبستانِ رضا کی خوب اشاعت ہوگی، مگر اہل سنت کے عقائد واعمال کے متعلق تصانیف کی اشاعت نہیں کریں گے، کیوں کہ علمی مواد ہونے کے سبب عام لوگ ان کتابوں کو نہیں پڑھتے، بلکہ علمائے کرام ان کا مطالعہ کرتے ہیں، اور یہ کتابیں یا تو ان کی قوتِ خرید سے باہر ہوتی ہیں یا ان میں خرید کر پڑھنے کا مزاج پیدا نہیں ہو پا رہا ہے، اس لیے ڈیمانڈ نہ ہونے سے بازار میں یہ کتابیں دستیاب ہی نہیں ہوتیں۔

یہ تو کرم اور احسان ہے اس دور کے چند دور اندیش علمائے کرام کا جن کا ذکر ہم نے گزشتہ سطور میں کیا کہ ان حضرات کے توسط سے اعلیٰ حضرت اور دیگر علمائے اہل سنت کی تصانیف زندہ ہیں، ورنہ علمائے کرام بھی ان کتب کے لیے ترستے رہتے۔

جماعتی مزاج:

بات تلخ ہے مگر صداقت پر مبنی ہے کہ ہمارا جماعتی مزاج علم کو فروغ دینے میں معاونت نہیں کر رہا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ جلسے جلوس اور دیگیں پکانے کے لیے جو چندہ جتنی مقدار میں اور جلد جمع ہو جاتا ہے، وہ دینی تعلیم اور کتابوں کی اشاعت کے لیے نہیں ہو پاتا۔

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق قبلہ امجدی علیہ الرحمہ نے نزہۃ القاری لکھی تو حضرت کو اس کی طباعت کا انتظام بھی خود ہی کرنا پڑتا تھا، کئی جلدوں کی طباعت اپنی جیب خاص سے کرائی، پھر علما و اساتذہ خرید کر مطالعہ کرنے کی بجائے ہدیہ کے منتظر رہتے، اور لگائی گئی رقم نکالنی مشکل ہو جاتی۔ ہمیں یاد ہے کہ ایک بار شارح بخاری علمائے کرام کی موجودگی میں فرمانے لگے:

جتنی رقم شرح بخاری کی طباعت میں لگائی، اگر اپنی اولاد کو غلے کی دکان کرا دیتا تو کئی گنا نفع ہو چکا ہوتا۔

حضرت ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ ''ظفر الدین الطیب'' میں اشاعتی کاموں میں اپنی قوم کی بے توجہی کا نالہ یوں کرتے ہیں:

ہمارے سنی بھائی بمشیتِ الٰہی پورے پورے اس شعر کے مصداق ہو رہے ہیں:

کریماں را بدست اندر درم نیست — خداوندانِ نعمت را کرم نیست

بد مذہبوں کے کتنے ماہواری، کتنے ہفتہ وار رسالے، اخبار حشرات الارض کی مانند ملک میں پھیل کر پلید پلیگ کی طرح اپنا زہریلا اثر پھیلاتے ہیں، اور ہمارے بھائی عزت وعظمت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فدائی میٹھی نیند سوتے ہیں، کچھ پرواہ نہیں، گن چن کر ہندوستان بھر میں دو ایک پرچے حمایت مذہب حق کا بار اپنے دوشِ ہمت پر اُٹھائے ہیں، نہ اُن کی اعانت سے کام، نہ اشاعت سے مطلب۔ جاری رہیں یا بند ہو جائیں کسی پہلو پر نگاہ نہیں، اللہ ہمارے بھائیوں کو توفیق خیر رفیق فرمائے کہ دین کو دین، دنیا کو دنیا سمجھنے کا وقت آئے، آمین یا ارحم الراحمین۔ (ظفر الدین الطیب صفحہ ۲۶۶)

یہ سب صرف آج کی صورت حال نہیں ہے، بلکہ ایسا زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ تصنیف وتالیف کے اعتبار سے مسلمانوں کا زریں دور تو وہ تھا جب کچھ اسلامی حکومتیں ہوتی تھیں اور حکمراں علم دوست ہوتے تھے، وہ زمانہ علمی کاموں کا عہدِ زریں تھا، اس دور میں مذہبی لٹریچر میں مسلمان دنیا کی تمام قوموں سے آگے تھے۔ اسی عہد میں فقہ وحدیث وتفسیر اور دیگر دینی علوم پر بے شمار کام منظر عام پر آئے کہ ان سلاطین اور علم دوست امرا نے مصنفین کی ضروریات اور طبع واشاعت کے اخراجات کے لیے اپنے خزانے کے منھ کھول دیے تھے۔

اس دور میں اتنے علمی کام ہوئے کہ آج دینی علوم کا بیش بہا اور وافر خزانہ اسی عہد کا فیض ہے، مگر دورِ انحطاط میں ہر چیز زوال پذیر ہوتی گئی۔ آج سے سو سال قبل اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے حالات کی جو تصویر کشی کی ہے، اس سے ایسا لگتا ہے کہ ہمارے ہی

دور کے متعلق ارشاد فرمارہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی طرف سے ان حالات کی عکاسی:

چنانچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''حدیث کا ارشاد صادق آیا کہ ''وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ کے نہ چلے گا، کوئی باقاعدہ عالی شان مدرسہ تو آپ کے ہاتھ میں نہیں، کوئی اخبار پرچہ آپ کے یہاں نہیں۔ مدرسین واعظین، مناظرین، مصنفین کی کثرت بقدرِ حاجت آپ کے پاس نہیں، جو کچھ کرسکتے ہیں فارغ البال نہیں۔ جو فارغ البال ہیں وہ اہل نہیں۔ بعض نے خونِ جگر کھا کر تصانیف کیں تو چھپیں کہاں سے، کسی طرح سے کچھ چھپا تو اشاعت کیوں کر ہو۔ دیوان نہیں، ناول نہیں کہ ہمارے بھائی دو آنے کی چیز کا ایک روپیہ دے کر شوق سے خریدیں، یہاں تو سر چپیٹنا ہے۔ روپیہ وافر ہو تو ممکن کہ یہ سب شکایات رفع ہوں۔''

اس کے بعد دس نکات ارشاد فرمائے جو ''فروغ اہل سنت کے لیے امام اہل سنت کے دس نکات'' کے عنوان سے بہت پہلے سے وائرل ہے، اس میں چھٹے نمبر سے دسویں نمبر تک کے امور اشاعتی خدمات سے متعلق ہیں، اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:

''سادساً حمایت مذہب وردّ بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔ سابعاً تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت شائع کیے جائیں، ثامناً شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں۔ جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو۔ آپ کو اطلاع دیں۔ آپ سرکوبی اعدا کے لیے اپنی فوجیں، میگزین، رسالے بھیجتے رہیں۔ تاسعاً جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرر کرکے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو، لگائے جائیں۔ عاشراً آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت وبلا قیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں''۔ (ملتقطاً فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۳، ۱۳۴)

تبصرہ: حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ان پانچ نکات کو رہنما خطوط بنا کر پیش قدمی کی جائے تو بہت کچھ تلافی مافات ہوسکتی ہے۔

مطبع اہل سنت بریلی شریف کی کارکردگی:

۱۳۱۰ھ میں جب ندوۃ العلما کا قیام عمل میں آیا، تو علمائے اہل سنت نے اس کا ساتھ دیا، مگر کچھ ہی عرصے کے بعد یہ ندوۃ العلما صلح کلیت کی راہ پر چل نکلا جس کے سبب علمائے اہل سنت نے اس سے علاحدگی اختیار کرلی ۱۳۱۳ھ میں جب شہر بریلی میں ندوہ کا اجلاس ہوا، گفت وشنید کے ذریعہ معاملات کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی گئی، مگر کوششیں بارآور نہ ہوئیں جس کے نتیجے میں علمائے اہل سنت نے شوال ۱۳۱۳ھ ہی میں بریلی شریف میں ''مجلس علمائے اہل سنت'' قائم کردی۔

اسی نشست میں ''مطبع اہل سنت وجماعت'' کے قیام کی تجویز پاس ہوئی، اور محرم ۱۳۱۴ھ میں مخیّر حضرات کے تعاون سے ''مطبع اہل سنت'' قائم ہوا، اور اسی طرح باہمی تعاون سے اس کی اشاعتی خدمات کا سلسلہ جاری ہوا، ''مطبع اہل سنت'' کا کام اس قدر منظّم تھا کہ اس کے لیے باقاعدہ دستور العمل تیار کیا گیا جو ۱۵/ دفعات پر مشتمل تھا۔ جس کے تعارف میں یہ درج کیا گیا:

''یہ مطبع واسطے طبع واشاعت کتب ورسائل مویدہ مذہب اہل سنت وترویج مسائل نافعہ وفضائل اخلاقیہ ونصائح ومصالح دینیہ

ودنیویہ کے حسب صواب دید مجلس علمائے اہل سنت ماہ محرم ۱۳۱۴ھ سے قائم ہوا‘‘۔

اس کے پہلے مہتمم مولانا حکیم مومن سجاد صاحب مشتاق چشتی کان پوری تھے۔ جنھوں نے چند سالوں تک اس کا اہتمام سنبھالا۔ ان کے بعد حضرت مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ بریلوی نے اہتمام سنبھالا۔ آپ کا ۱۳۲۶ھ میں انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد ۱۳۲۹ھ میں جب صدرالشریعہ منظر اسلام بریلی شریف بحیثیت صدرالمدرسین آئے تو مطبع اہل سنت کا انتظام وانصرام بھی آپ کے حوالے کیا گیا۔

مولانا اسیدالحق قادری اپنے ایک مقالے میں اس دور میں مطبع اہل سنت کے ذریعہ صدرالشریعہ کی کارکردگی پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

’’صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی صاحب کے اہتمام مطبع سنبھالنے سے مطبع میں ایک نئی جان پڑ گئی۔ آپ نے اپنی انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے مطبع کے نظام کو از سر نو استوار کیا اور اپنی زیر نگرانی وزیر اہتمام بے شمار کتب شائع کیں۔ آپ کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں کتابت کی اغلاط تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔ آپ خود ہی ان کتب کی پروف ریڈنگ کرتے تھے اور اس مہارت اور توجہ سے کرتے تھے کہ کسی غلطی کے باقی رہنے کا امکان بہت کم ہوتا تھا۔ آپ کے زمانۂ اہتمام کا ایک بڑا کارنامہ فتاویٰ رضویہ جلد اول کی اشاعت ہے جو جہازی سائز کے ۸۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسی دور میں مطبع اہل سنت سے بہار شریعت کی طباعت کا آغاز ہوا۔‘‘

(مجموعہ مقالات صفحہ ۶۸ مشمولہ تحقیق وتفہیم)

۱۳۴۲ھ کے بعد صدرالشریعہ علیہ الرحمہ بریلی شریف سے مدرسہ عثمانیہ اجمیر شریف چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ نے انتظام وانصرام سنبھالا، اور بعد کے سالوں میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات کی طباعت انھیں کے زیر نگرانی ہوتی رہی

حضور صدرالشریعہ اور مطبع اہل سنت:

حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان ۱۳۲۹ھ میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف پہنچے اور ۱۳۴۲ھ تک بریلی شریف ہی میں رہے۔ اس دوران حضور صدالشریعہ علیہ الرحمہ نے اہل سنت وجماعت کے لٹریچر کا وافر حصہ طباعت واشاعت کے مرحلے سے گزارا۔

’’حیات صدرالشریعہ (مرتبہ مفتی بحرالعلوم علیہ الرحمہ) میں ہے، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے مطبع اہل سنت بریلی شریف کے اہتمام کے متعلق درج ذیل تفصیلات ارشاد فرمائیں:

’’پانچ چھ مہینے کے بعد پھر بغرض تفریح لکھنؤ گیا اور وہاں سے بریلی وغیرہ بھی خطوط بھیج دیئے، بریلی سے یہ خط آیا کہ فوراً یہاں آجایئے۔ اس مرتبہ مدرسہ کا کچھ تعلیمی کام سپرد کیا گیا، گویا آپ (صدرالشریعہ) کو وہاں رہنے کی پابندی ہوگئی۔ کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ وہاں ایک انجمن کی بنیاد ڈالی گئی جس کا نام ’’انجمن اہل سنت‘‘ رکھا اور اس کے جملہ امور میرے (صدرالشریعہ کو) سپرد کیے گئے۔

پھر اسی انجمن کے ماتحت ایک پریس کا اجرا کیا گیا۔ پریس کی مشین اور ضروری سامان وہاں موجود تھا۔ ندوہ کی تحریک کے خلاف کتابیں چھاپنے کے لیے پہلے سے مطبع اہل سنت قائم تھا، مگر وہ بند ہو چکا تھا۔ کل ضروری سامان باقی رہ گئے، انہیں سے کام کرنا شروع کیا گیا۔ انجمن تو مسلمانوں کی بے توجہی سے تھوڑے دنوں کے بعد ختم ہوگئی، نہ اس میں کوئی چندہ دینے والا رہا اور نہ کام کرنے والا، مگر پریس جو انجمن کی ماتحتی میں قائم کیا گیا تھا، وہ قائم رہا اور اس میں طباعت کا سلسلہ جب تک بریلی میں قیام تھا، جاری رہا۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف، وقتی اشتہارات وغیرہ اس پریس سے برابر شائع ہوتے رہے۔

اس کے بعد صدر الشریعہ علیہ الرحمہ مطبع اہل سنت اور پریس کے متعلق اپنے گہرے احساسات وتاثرات کے طور پر جو کچھ فرماتے ہیں وہ پڑھنے کے لائق ہے،فرماتے ہیں:

''بہت زمانہ سے مطبع کی آمدنی بہت قلیل تھی اوراخراجات آمدنی کے لحاظ سے بہت زائد۔چوں کہ میں اس کام کو اپنے ذمہ لے چکا تھا کہ جس طرح سے ہوسکے گا کام جاری رکھوں گا،لہٰذا اپنی تنخواہ کا ایک جز اس پریس کو ہمیشہ ہی نذر کرنا پڑا۔ہوتے ہوتے پریس کی حالت بہت سنبھل گئی اوراس کے پاس کتابوں کا بہت کافی ذخیرہ فراہم ہوگیا۔فروخت کتب ہر ماہ میں اتنی ہوجاتی تھی کہ پریس کے جملہ مصارف میں کچھ ہی کمی پڑتی اور کتابوں کا سرمایہ اتنا کافی ہوچکا تھا کہ اجمیر شریف جاتے وقت دس ہزار سے کم تعداد نہ تھی،مگر اجمیر جانے کے بعد رفتہ رفتہ یہ سارا ذخیرہ اورسامان بھی برباد ہوگیا اور کچھ لوگوں نے خرد برد کرڈالا۔جس کوشش وجانفشانی اوراپنی گاڑھی کمائی کا پیسہ لگا کر یہ دینی کام اس انداز پر میں نے پہنچایا تھا کہ تھوڑی کوشش کے بعداس سے بہت کچھ دینی خدمات انجام دی جاسکتی تھیں،اس کا برباد ہونا جتنا میرے لیے باعث قلق ہوا،دوسروں کے لیے کاش اس کا بیسواں حصہ بھی ہوتا تو اس کی نوبت نہ آتی۔

پریس کا انتظام اورمدرسہ کی تعلیم،بریلی میں یہ دو مستقل کام مجھ سے متعلق تھے۔مدرسہ کی تعلیم یہ خود ایک پورا کام ہے۔پریس کی جملہ کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح،کتابوں کی روانگی،خطوط کے جواب،آمدوخرچ کا حساب یہ سارے کام تنہا انجام دیا کرتا۔ان کاموں کے علاوہ کبھی کبھی شہروبیرون شہر میں تقریریں کرنا بھی پڑتا تھا۔اعلیٰ حضرت قبلہ کے بعض مسودات کا مبیضہ کرنا،فتووں کو نقل کرنا،ان کی خدمت میں فتووں کا لکھنا یہ کام مستقل طور پر انجام دیتا۔

کاموں کی تقسیم اوقات پر تھی۔بعد نماز فجر ضروری وظائف وتلاوت قرآن پاک کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ یا کچھ کم وبیش پریس کا کام انجام دیتا،پھرفوراً مدرسہ جاکر اخیر وقت مدرسہ تک تعلیم دیتا،وہاں سے واپس ہوکر کھانا کھاتا۔کھانے کے بعد مستقلا دو یا تین بجے یعنی تاوقت نماز ظہر،پھر پریس کا کام انجام دیتا،ظہر کے بعد مدرسہ جاتا اور دو گھنٹہ مکمل یعنی وقت عصر تک تعلیم دیتا۔بعد نماز عصر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں مغرب تک بیٹھتا۔بعد مغرب عشا تک اورعشا کے بعد ایک بجے شب تک اعلیٰ حضرت کی خدمت میں فتویٰ وغیرہ جو کوئی کام ہوتا انجام دیتا۔اس کے بعد مکان واپس آتا، کھانا کھانے کے بعد کچھ ضروری کام تحریر کا کرنے کے بعد تقریباً دو بجے شب میں سوتا۔اعلیٰ حضرت کے اخیر زمانۂ حیات تک تقریباً یہی روزمرہ کا معمول رہا۔(حیاتِ صدر الشریعہ از مفتی بحر العلوم علیہ الرحمہ)

جماعت رضائے مصطفٰے بریلی شریف:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اپنے آخری دور میں جماعت رضائے مصطفٰے کے نام سے ایک تنظیم قائم کی، جو ۷/ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں قائم ہوئی،جس نے بڑے تاریخ ساز کام انجام دیے۔

جماعت رضائے مصطفٰے کے مقاصد میں مقصد اول یوں درج ہے:

''حتی الوسع مخالفین کے حملوں کی تحریراً وتقریراً ہرطرح مدافعت کرنا،اوران کے افتراؤں اور بہتانوں کی جن سے سادہ لوح مسلمانوں کوعلمائے اہل سنت سے بدعقیدہ کرتے ہیں،ان کی پردہ دری کرنا''۔(تاریخ جماعت رضائے مصطفٰے صفحہ ۷۶)

جماعت رضائے مصطفٰے ابتداءً صرف نشر واشاعت تک محدود تھی،اس کا شعبۂ نشر واشاعت ہی اس کا نقطۂ آغاز تھا،اس شعبے سے تقریباً پانچ سو کتابیں اعلیٰ حضرت اور دیگر علمائے اہل سنت کی شائع ہوئیں۔بعد میں شعبۂ نشر واشاعت کے ساتھ ساتھ مزید شعبوں کا

اضافہ کیا گیا، مثلاً شعبۂ تبلیغ وارشاد، شعبۂ صحافت، شعبۂ سیاست، شعبۂ دارالافتا۔ شعبۂ صحافت سے ماہنامہ ''یادگار رضا'' بریلی کا اجرا ہوا۔

حسنی پریس بریلی شریف:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے چھوٹے بھائی استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں علیہ الرحمہ ۱۳۲۶ھ میں رحلت فرما گئے، جو مطبع اہل سنت کے اہتمام اور کتب اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا انتظام کرتے تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ نے اپنے والد گرامی کے نام سے حسنی پریس قائم کیا، تاکہ اس کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات شائع کی جائیں۔ (تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ صفحہ ۴۸) چنانچہ حسنی پریس سے اعلیٰ حضرت کی تصنیفات ایک عرصے تک طبع ہوتی رہیں۔

مکتبہ رضائے مصطفیٰ دہلی ایک تعارف:

اس دور میں ہندوستان کے چند مقامات پر اشاعتی کام منظم انداز میں تو ہو رہا ہے، مگر اشاعتی کام کا گڑھ تو دہلی ہے۔ دہلی اردو کتابوں کی طباعت واشاعت اور خرید وفروخت کا بہت بڑا بازار ہے، جو ہندوستان بلکہ ایشیا کا سب سے بڑا بازار قرار دیا جا سکتا ہے۔

دہلی میں اہل سنت کے علاوہ دوسرے مکاتب فکر کے مکتبے اور اشاعتی اداروں کا غلبہ ہے۔ ہمارے جتنے مکتبے ہیں سب تجارتی انداز میں چل رہے ہیں۔ دہلی میں رہتے ہوئے اردو کتابوں کا بزنس چلانا اور اسے زندہ رکھنا خود ایک مشکل کام ہے۔

تجارتی مزاج نے یہ رجحان بھی دیا کہ ایسی کتابیں چھاپی جائیں جن کی مارکیٹ میں ڈیمانڈ ہے۔ مارکیٹ میں ڈیمانڈ عوامی کتابوں کی ہوتی ہے، لہٰذا علمی اور تحقیقی کتب کی قدر وقیمت بازار میں نہیں کے برابر ہوتی ہے، جس کے سبب نہ کوئی انھیں چھاپنا چاہتا ہے، نہ ہی انھیں فروخت کرنے کے لیے کوئی دزکاندار خریدنا گوارا کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ سامنے ہے کہ علمائے اہل سنت کی بہت سی کتابیں ناپید اور خرد برد ہو گئیں۔ کتنے علمی اثاثے ضائع ہو گئے۔

اگر کوئی مکتبہ ایسی نادر کتابیں ایک بار بھی چھاپ دے اور لوگ خرید کر محفوظ کر لیں یا بڑی بڑی قومی لائبریریوں میں پہنچا دیں تو سو سال کے لیے وہ کتاب محفوظ ہو سکتی ہے، اور جب بھی شائقین چاہیں استفادہ کر سکتے ہیں، لہٰذا ہمیں ضرورت محسوس ہوئی کہ اس سلسلے میں دہلی سے کام کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ اس کا اثر پورے ملک پر پڑے اور ہر جگہ نادر کتابیں پہنچائی جا سکیں۔

ہم نے اپنے رفیق محترم ماہر علوم حدیث حضرت علامہ کوثر امام قادری اور رفیق مکرم مجاہد سنیت حضرت علامہ طارق انور مصباحی کے مشورے سے دہلی میں ''مکتبہ رضائے مصطفیٰ'' کے نام سے ایک اشاعتی ادارے کا آغاز کر دیا ہے۔ اس سے ابھی کچھ کتابیں شائع بھی کی جا چکی ہیں، مگر جتنی کتابیں طبع ہوئی ہیں، وہ آغازِ کار کے طور پر ہیں۔

ہماری کوشش ہے کہ اہل قلم کی ایک ٹیم تیار کی جائے، نیز اہل ثروت کو اس طرف متوجہ کیا جائے، تاکہ ہم ایسے لٹریچر کی طباعت واشاعت کریں جو قوم کی ضرورت ہیں، اگرچہ ان کی مارکیٹ ڈیمانڈ نہ ہو، مگر وقت اور حالات ان کا تقاضا کرتے ہوں، ایسی تصنیفات کی اشاعت کی طرف توجہ کی جائے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ ایسے نادر مخطوطات بھی جو اَب تک شائع نہ ہو سکے، ترتیب دے کر شائع کیے جائیں، جس قدر فروخت ہو سکے فبہا، باقی ماندہ نسخے پورے ملک کی لائبریریوں تک مفت پہنچائے جائیں۔

اس کے دستور میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے فروغِ اہل سنت کے دس نکات سے آخری پانچ نکات کو بنیادی اہمیت دی جائے، اور اس کو ''مطبع اہل سنت'' بریلی شریف کا نعم البدل نہ سہی، کسی قدر بدل بنایا جا سکے۔ احباب کے حوصلے بلند ہیں جس کے سبب فقیر کو توقع ہے کہ ''مکتبہ رضائے مصطفیٰ'' دہلی کے ذریعہ اہل سنت کے لٹریچر کا خاطر خواہ کام ہو سکے گا۔ سب کچھ اللہ کی توفیق سے ہے۔

★★★

اعلیٰ حضرت اور محدث سورتی کے گہرے روابط

از: مولانا محمد ابو ہریرہ رضوی مصباحی (رام گڑھ: جھارکھنڈ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی اور حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہما الرحمہ ماضی قریب کے اجلہ علما میں سے ہیں۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ان دونوں بزرگوں کے باہمی روابط اور پر اخلاص تعلقات کی داستان رفاقت تقریباً نصف صدی کو محیط ہے۔ دونوں حضرات ایک دوسرے کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔ محدث سورتی اگر چہ عمر میں اعلیٰ حضرت سے بڑے تھے، مگر پھر بھی آپ اعلیٰ حضرت کو ہر معاملے میں فوقیت دیتے تھے اوران کے علم وفضل کے ہر مقام پر معترف رہے۔

اب اس عنوان کے تحت اعلیٰ حضرت سے ان کے گہرے روابط کے چند شواہد ملاحظ فرمائیں:

محدث سورتی کا یہ اعلیٰ حضرت سے محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ اپنے "مدرستہ الحدیث" کا سنگ بنیاد آپ کے ہاتھوں سے رکھوایا۔ "تحریک مخالفت ندوہ" میں اعلیٰ حضرت کے دست وبازو بنے رہے اور اس سلسلے میں آپ کے مشورہ کو ہر مشورے پر مقدم رکھتے۔ غائبانہ میں جب کبھی اعلیٰ حضرت کا نام آجاتا تو فرط محبت سے گردن خم کر لیتے۔ تدریسی محفلوں میں آپ بار بار اعلیٰ حضرت کا تذکرہ فرماتے۔

اسی طرح ایک دن آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ذکر میں رطب اللسان تھے کہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ جوان دنوں ایک طالب علم کی حیثیت سے درس گاہ میں موجود تھے، عرض گزار ہوئے کہ حضور گستاخی معاف! مجھے ایک بات اب تک سمجھ میں نہ آسکی، میں نے سنا تھا کہ جو جس کا کھاتا ہے، اسی کا گاتا ہے آپ کے تعلق سے مجھے علم تھا کی آپ کو شرف بیعت حضرت فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے حاصل ہے، لیکن کبھی ان کا تذکرہ میرے ان کانوں نے نہ سنا۔ البتہ امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت کا خطبہ آپ خوب والہانہ انداز میں پڑھتے ہیں۔

شاگرد کے اس سوال پر محدث سورتی علیہ الرحمہ نے جو جواب دیا، اسے عشق کی آنکھوں سے سے پڑھیے!

فرماتے ہیں: "جب میں نے پیر ومرشد سے بیعت کی تھی تو بایں معنی مسلمان تھا کہ میرا سارا خاندان مسلمان خاندان سمجھا جاتا تھا، مگر جب اعلیٰ حضرت سے ملنے لگا تو ایمان کی حلاوت مل گئی۔ اب ایمان وہی نہیں، بلکہ بعونہ تعالیٰ حقیقی ہے جس نے حقیقی ایمان بخشا، اس کی یاد سے اپنے دل کو تسکین دیتا رہتا ہوں''۔

حضرت محدث اعظم ہند پھر عرض گزار ہوئے: ''حضور! علم حدیث میں کیا وہ آپ کے برابر ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں، پھر فرمایا: شہزادے صاحب! آپ کچھ سمجھے کہ'' ہرگز نہیں'' کا کیا مطلب ہے؟ سنیے: اعلیٰ حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ میں سالہا سال اس فن میں تلمذ کروں تو بھی ان کا پاسنگ نہیں ٹھہروں گا''۔(1)

محدث سورتی کو اعلیٰ حضرت سے کس حد تک لگاؤ تھا، اس واقعہ سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت، ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

حضور اعلیٰ حضرت پیلی بھیت میں مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کے یہاں تشریف لے گئے۔ دوران قیام ایک روز کسی صاحب کے یہاں دعوت تھی اور بوجہ نقاہت پالکی میں تشریف

لے جانے کا اتفاق ہوا۔ من جملہ اور متوسلین و معتقدین کے خود محدث سورتی صاحب ممدوح پاپیادہ پالکی کے پیچھے پیچھے ہو لیے، چوں کہ کہاروں کی رفتار تیز تھی، آپ نے سعی فرمائی، یہاں تک کہ دوڑ نا شروع کر دیا، اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ نعلین شریفین در بغلیں کر لیں شارع عام پر، بلکہ تمام حضرات حیرت و استعجاب سے پالکی اور مولانا ممدوح کو دیکھ رہے تھے۔

یکا یک کہاروں نے کاندھا بدلنے کے لیے پالکی روکی، چوں کہ حضرت محدث سورتی صاحب تیز روی سے ہمراہ تھے، لہٰذا رو میں پالکی کی کھڑکی کا سامنا ہو گیا، جس وقت اعلیٰ حضرت کی نظر حضرت محدث سورتی پر پڑی کہ وہ برہنہ پا پالکی کے ہمراہ ہیں۔ کہاروں کو حکم دیا۔ پالکی یہیں رکھ دو اور فرمایا: مولانا یہ کیا غضب کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: حضور تشریف رکھیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، محدث صاحب نے فرمایا: آپ بہت کمزور اور ابھی مکان دور ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا تو آپ یہیں سے واپس تشریف لے جائیے، تب پالکی میں بیٹھوں گا، ورنہ میں بھی پیدل چلوں گا۔ بالآخر محدث صاحب کو واپس لوٹنا پڑا، تب پالکی آگے بڑھی، چوں کہ حضرت محدث سورتی بھی وہاں مدعو تھے۔ اعلیٰ حضرت کے پہنچ جانے کے بعد ان رئیس صاحب نے دوبارہ پالکی حضرت محدث صاحب کے لیے بھیجی۔(2)

ایک مرتبہ چند مسائل کی تحقیق کے لیے حضور محدث سورتی علیہ الرحمہ پیلی بھیت سے بریلی تشریف لے گئے۔ اتفاق سے جب آپ آستانہء رضویہ پر پہنچے تو اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت اس وقت تحریری کام میں مشغول تھے۔ حضرت محدث سورتی نہایت ادب کے ساتھ اعلیٰ حضرت سے ملے۔ عام طور پر اس وقت کھانا موجود ہونے کا بہت کم ہی تصور کیا جا سکتا ہے، لیکن اس آستانے کا حال ہی کچھ اور ہے۔ اعلیٰ حضرت نے خادم سے فرمایا کہ گھر پر خبر کر دو کہ پیلی بھیت سے محدث صاحب تشریف لائے ہیں۔ تین آدمیوں کا کھانا بھیج دیں۔ جب کھانا پیش کیا گیا تو اعلیٰ حضرت بھی مہمان کے ساتھ دستر خوان پر رونق افروز ہو گئے۔

کھانے میں نیبو اور پیاز بھی کچھ زیادہ مقدار میں دستر خوان پر موجود تھی۔ محدث سورتی نے مسکرا کر فرمایا کہ: اس وقت سیخ کے کباب ہوتے اور زیادہ لطف دیتے (محدث سورتی کباب بہت شوق سے کھاتے تھے) مہمان کی اس خواہش کو سنتے ہی اعلیٰ حضرت گھر میں تشریف لے گئے اور چند منٹ کے بعد جب باہر آئے تو ہاتھ میں ایک چٹنی کی پلیٹ تھی، جس میں 16: کباب سیخ کے موجود تھے۔ قاری احمد صاحب رقم طراز ہیں کہ کبابوں سے گرم گرم بھاپ نکل رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی تیار کیے گئے ہیں۔ جملہ مہمان، اعلیٰ حضرت کی اس کرامت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔(3)

محدث سورتی جب ''التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی'' تحریر فرما رہے تھے تو ایک دن مسودہ آپ کی چوکی سے گم ہو گیا۔ آپ نے بہت تلاش کیا، مگر نہ ملا۔ اعلیٰ حضرت سے اس کی گم شدگی کے بارے میں فرمایا گیا۔ چناں چہ آپ نے جواب دیا۔ ضائع نہیں ہوا، بلکہ احتیاط سے رکھا ہوا ہے، نیز آپ نے محدث سورتی سے فرمایا کہ آپ کی مسجد میں جنوں کی ایک جماعت رہتی ہے۔ ان میں ایک صاحب علوم اسلامیہ سے واقف ہیں اور آپ کے درس حدیث میں بھی شامل رہتے ہیں۔ وہ دیکھنے کے لیے لے گئے تھے، مگر واپس رکھنا بھول گئے۔ آپ مسجد میں تلاش کیجیے، جب اس کی تلاشی ہوئی تو وہ مسودہ ایک اونچے طاق پر حفاظت سے رکھا ہوا ملا۔(4)

یہاں ٹھہر کر اعلیٰ حضرت کا ایک مکتوب جو انہوں نے محدث سورتی کے نام تحریر فرمایا تھا، ملاحظہ کر لیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا الاسد الاسد الاشد الانسد الامجد الاوحد مولانا محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ فتویٰ لاہور سے آیا، جسے دیکھ کر میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا اور دیر تک انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا رہا۔ جواب لکھنا فرض تھا، مگر ابھی لاہور نہ بھیجا، بلکہ اس کی دو نقلیں روانہ

خدمت کرتا ہوں۔اول تا آخر حرف بہ حرف ملاحظہ فرمائیں۔اگر رائے سامی میں صحیح ہو، اپنی تصدیق مع مہر نیز دستخط مولوی عبدالاحد صاحب، اگر تشریف رکھتے ہوں، دونوں نسخوں پر فوراً بیرنگ ارسال فرمائیں کہ پھر میں اسے مولوی نعیم الدین صاحب (صدرالافاضل) کے پاس بھیجوں اوران کی بھی تصدیق کے بعد لاہور روانہ کروں، اگر رائے والا میں تصدیق فرمانا مناسب نہ ہوتو معافوراً دونوں نسخے بیرنگ واپس فرمادیں، پھر مرادآباد بھیجنا بھی ضروری نہ ہوگا، ورنہ فرمائیں: والسلام فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

28/ جمادی الاولی 1330ھ یوم الجمعہ المبارک (5).

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس مکتوب سے چند باتیں نمایاں ہوکر سامنے آتی ہیں۔ایک تو یہ کہ اعلیٰ حضرت ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ ہونے کے باوجود فتویٰ نویسی میں حد درجہ احتیاط فرماتے تھے اور کسی مختلف فیہ مسئلہ میں اپنے معاصر علمائے کرام کی تصدیق لے کر ہی فتویٰ ارسال فرماتے تھے۔دوسری بات یہ کہ اپنے ہم عصر علمائے کرام سے آپ کے اچھے روابط تھے، بالخصوص حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ سے آپ کو بے پناہ عقیدت ومحبت تھی۔

جب محدث سورتی کا وصال ہوا تو اعلیٰ حضرت نے اس آیت قرآنی سے مادہ تاریخ وفات نکالا ''یطاف علیہم بانیۃ من فضۃ واکواب'' خدا کی شان دیکھیے کہ محدث سورتی کے وصال کے 6: سال بعد جب اعلیٰ حضرت کا انتقال ہوا تو آیت مذکورہ میں صرف واؤ کے اضافے سے اعلیٰ حضرت کا سن وفات 1340ھ نکل آیا۔

اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے ملک العلماعلامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ یوں رقم طراز ہیں: فقیر قادری جب استاذی محدث سورتی کے وصال شریف کے بعد بنظر تعزیت پیلی بھیت حاضر ہوا، اس کے بعد اعلیٰ حضرت بریلی شریف کی قدم بوسی کے لیے حاضری دی۔ایک دن حضور نے اثنائے تذکرہ فرمایا:'' میں نے حضرت محدث صاحب کی تاریخ وفات آیت کریمہ سے پائی، جس سے ان کا مرتبہ بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ آیت کریمہ حضور نے تلاوت فرمائی:" یطاف علیہم بانیۃ من فضۃ من واکواب" اسی وقت میں نے آیت کریمہ کے اعداد جوڑے تو 1334ھ نکلے، لیکن میرے دل میں ایک کھٹک تھی جس کو کہنے کی ہمت نہ ہوئی، لیکن اعلیٰ حضرت نے اس پر مطلع ہوکر فرمایا:

کیا کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

اتنا اشارہ پاکر میں نے عرض کیا۔آیت کریمہ "ویطاف'' ہے، اس پر تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ پوری آیت اُس بندۂ خدا کی تاریخ ہوگئی جس کا انتقال چھ(6) سال بعد میں ہوگا، اس وقت میرا ذہن حضور کی طرف نہ گیا، لیکن جب حضور کا انتقال 1340ھ میں ہوا تو معا خیال آیا کہ اعلیٰ حضرت نے اس دن کو اپنی ہی طرف اشارہ فرمایا تھا، مگر میں سمجھ نہ سکا۔(6)

محدث سورتی کی اعلیٰ حضرت سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ روح نکلنے سے چند منٹ پہلے حضرت محدث سورتی کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے:''اسباب باندھو، پالکی منگاؤ، اور مجھ کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں لے چلو، جلدی کرو، ایسا نہ ہو کہ گاڑی چھوٹ جائے''۔(7)

دونوں خانوادوں کے درمیان اتنے گہرے روابط تھے کہ محدث سورتی کی نماز جنازہ میں جہاں خلق خدا کا ہجوم تھا، وہیں اعلیٰ حضرت کے دونوں صاحبزادے حجۃ الاسلام حضور حامد رضا خاں قادری اور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مصطفٰی رضا خاں علیہما الرحمہ تشریف لے گئے تھے، اور حضرت حجۃ الاسلام نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حوالہ جات:

(1) جام نور کا محدث اعظم نمبر: اپریل 2011 ص:.59

(2) حیات اعلیٰ حضرت جلد اول، ص:295، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف.

(3) حیات اعلیٰ حضرت جلد سوم، ص:.295

(4) حیات اعلیٰ حضرت، جلد سوم، ص:.250

(5) کلیات مکاتیب رضا، جلد دوم، ص:.132 از: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی.

(6) حیات اعلیٰ حضرت جلد سوم، ص:.283

(7) تذکرہ محدث سورتی، ص:178، رضا اکیڈمی.

★★★

امام اہل سنت کے سیاسی افکار ونظریات

از: مولانا محمد شفق قادری (راجہ بگان، مٹیا برج: کولکاتا)

سیاست لغت میں مصدر ہے۔ ساس یسوس، السوس ضمہ کے ساتھ، معنی: فطرت، بنیاد اور عادت ہے۔ سیاست سے مراد کسی چیز کی نگرانی جس سے اس کی اصلاح ہو۔ سوسہ القوم: قوم نے کسی کو اپنا قائد بنایا۔ نیز السیاست: سائیس کا کام جو جانوروں کا نگراں ہو ،اسے سدھائے یا قابو میں رکھے اور ان کا انتظام کرے۔

سیاست کی تعریف کرتے ہوئے اسلامی فلاسفر حضرت امام غزالی رحمۃ للہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ سیاست وہ تدابیر ہیں جو زندگی کے وسایل اور ان کے دائرے میں معاشرے کے افراد کے درمیان باہمی محبت، تعاون اور اتحاد پیدا کرے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ سیاست اور سلطنت مخلوق کی نگہبانی اور مفادات کی کفالت اور ضمانت کا کام ہے جو اللہ کی نیابت ہے۔ اس کے بندوں میں اللہ تعالی کے احکام جاری ونافذ کرے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ سیاست ریاست کے اندر حکمت شرعیہ کے ساتھ عدل وانصاف، احسان اور بہترین قانون، معاملات ومعاشرت قائم وتشکیل دینے اور نافذ کرنے کا نام ہے۔

انبیائے کرام دین حق کے ساتھ مبعوث ہوتے ہیں اور دین کے جملہ شعبوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ سیاست، شعبہائے حیات میں ایک اہم شعبہ ہے اور اس کے نتائج وفواید نہایت ہی دوررس ہوتے ہیں، اس لیے نتیجہ بخش، فائدہ رساں اور صحیح سیاست وہی ہے جو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے ،اور جو دینی سیاست ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انبیائی سیاست کو وہ اعلیٰ وارفع مقام بخشا ہے جو سیرت دانوں سے پوشیدہ نہیں ہے، اس لیے علمائے حق ہی وارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی بنا پر سیاست اسلامی کے بھی وارث ہیں ،اور سیاسی رہنمائی کا اصل حق بھی انہیں کا ہے۔

حضور اقدس سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیاست کے ناشرین علما ہر دور میں گزرے ہیں۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز چودہویں صدی میں حضور اقدس سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کے وارث تھے۔ آپ کی بروقت حق گوئی، حق بینی اور حق نویسی نے نہ معلوم کتنے لوگوں کو گمراہی سے بچالیا اور کتنے ہی کج رو صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے۔

دراصل اعلیٰ حضرت اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے تھے۔ ایک عالم ربانی کا فریضہ یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کا اظہار کرے، خاص کر اس وقت، جب کہ بدعات کا شیوع ہو، اور لوگ شریعت کی تبدیلی کے درپے ہوں، چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ جب فتنے یا بد مذہبی ظاہر ہو تو فرض ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے، اور جو ایسا نہ کرے، اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول کرے گا اور نہ نفل۔

مذکورہ حدیث کے مضمون کے مطابق ہمیشہ امام اہل سنت نے ہر بدعی عقیدہ وعمل اور غلط فکر ونظر کے ظہور کے وقت کتاب و سنت کے ناشر ومبلغ بن کر ازالہ منکر کے لیے ہمہ تن مصروف رہے ،اور تادم حیات جواب دیتے رہے۔ ویسے تو سیاسی میدان میں اعلیٰ حضرت نے بہت سارے کارنامے انجام دیئے ہیں، مگر ہم یہاں چند مثالوں پر ہی اکتفا کریں گے۔

امام اہل سنت اور انسداد گاؤ کشی:

علامہ سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ (سابق صدر: شعبہ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) بیان فرماتے ہیں کہ سن ستاون کا ہنگامہ اور ستارہ صلاح وفلاح مسلمانان ہند کا غروب مفہوم مرادف ہے۔ مسلمان کے اس تنزل سے اس کی ہمسایہ قوم نے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی، اور بہت جلد مسلمانوں کے املاک اور جاہ وعزت کے سامان اہل ہنود کے دست تصرف میں آ گئے۔ ہندوؤں کو جب اس طرف سے کچھ اطمینان پیدا ہو گیا، تب انہوں نے مسلمانون کے مذہب پر حملہ آوری شروع کی، اور مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، اور جا بجا مسلمانوں کی عزت وحمیت ان کے حقوق کے ساتھ خاک سیاہ کرنا چاہتے تھے۔ یوں تو مسلمانوں کا ہر رکن مذہبی اہل ہنود کو چراغ پا کر دینے کا کافی بہانہ تھا، لیکن بقرعید کے موقع پر گائے کی قربانی سے جو تلاطم اور ہیجان ان میں پیدا ہوتا، اس کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے، لیکن غیرت مند مسلمان اپنے اس دینی وقار اور استحقاق کے قائم رکھنے میں ہمیشہ استقلال وہمت سے ان کی ستم گاریوں کی مدافعت کرتے رہے۔

(النور: از سید سلیمان اشرف بہاری ص۲)

اہل ہنود نے اس پر بس نہ کی، بلکہ ۱۲۹۸ھ میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ عید کے موقع پر گائے کی قربانی موجب فتنہ وفساد ہے، اور امن عامہ کی وجہ سے اس میں خلل آتا ہے۔ اگر گائے کی قربانی مسلمان موقوف کر دیں تو کیا مضائقہ ہے۔ مرتب کر کے بنام زید وعمر ومختلف شہروں سے مختلف علمائے کرام کے نام روانہ کیا۔ حضرات علمائے کرام نے ہر جگہ اور ہر شہر سے ایک ہی جواب دیا کہ شریعت نے جو اختیار عطا فرمایا ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کا ہمیں حق حاصل ہے۔ خوف فتنہ ہو تو حکومت کو متوجہ کرنا چاہئے۔

۱۳۰۰ھ کے لگ بھگ اس فتنہ کو پھر اٹھایا گیا تو امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اس استفتا کے جواب میں ایک رسالہ بنام (انفس الفکر فی قربان البقر) لکھ کر شائع کیا، جس سے باطل کی روشن کی ہوئی شمعیں فوراً بجھ گئیں۔

اس کے بعد ہندوؤں نے کئی دفعہ اس فتنہ کو اٹھانے کی کوشش کی، اور آج بھی کرتے ہیں، لیکن ہر بار اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ نے ان کی مذموم کوشش کو بار آور نہ ہونے دیا۔ جب خلافت کے زمانہ میں انسداد گاؤ کشی نے شدت سے سر اٹھایا اور اس دفعہ اہل ہنود کے ساتھ جو مسلمان لیڈر شامل تھے۔ ان لوگوں نے ایسے اشتہاروں کی اشاعت کی، جو گائے کی قربانی کی مخالفت میں تھے، بلکہ حکیم اجمل خان جیسے لیڈر محض شہرت عام اور اہل ہنود کو خوش کرنے کے لیے حدیث پاک میں تحریف کر ڈالی تو اعلیٰ حضرت کے معتقدین میں جوش ابھر آیا۔

مولانا سید سلیمان اشرف نے (الارشاد) اور مولانا عبد القدیر نے (گاندھی کے نام کھلی چٹھی) میں حکیم صاحب کا تعاقب کیا اور ان کی علم حدیث سے واقفیت کی خوب داد دی، بالآخر یہ فتنہ بھی اعلیٰ حضرت اور ان کے معتقدین کی کوششوں سے رفع دفع ہو گیا اور پھر تقسیم برصغیر کے زمانہ تک یہ فتنہ نہ ابھرا۔

تحریک عدم تعاون وتحریک خلافت

خلافت کمیٹی کی بنیاد آل انڈیا مسلم کانفرنس میں 22: ستمبر ۱۹۱۹ء میں رکھی گئی۔ تحریک خلافت کا مقصد سلطنت ترکیہ کی سلامتی اور خلیفہ کی حیثیت سے سلطان ترکی کی حاکمیت کو تسلیم کیا جانا قرار پایا، لیکن حکومت ترکی کو شکست ہوئی، اور اسے معاہدہ سیورے (treaty of sevrey) ماننے پر مجبور کیا گیا۔ اس معاہدہ کے شرائط اس قدر ذلیل کن تھے کہ اس سے مسلمانان ہند کے قلوب کو سخت دھچکا لگا۔ 28: مئی ۱۹۲۰ء کو

بمبئی میں خلافت کانفرنس کا جلسہ ہوا، جس میں عدم تعاون کے اصول کو تسلیم کیا گیا اور مسٹر گاندھی کو تحریک عدم تعاون کا رہنما قرار دیا گیا۔

یہ تحریک بہت ہی نیک اور پاکیزہ مقاصد لے کر اٹھی تھی، لیکن اس کے مسلمان رہنما سحر گاندھی سے اس قدر مسحور ہو گئے کہ ''الکفر ملۃ واحدۃ'' کا سبق بھول گئے اور تحریک کے ذمہ دار افراد سے ایسے ایمان سوز افعال واقوال سرزد ہوئے کہ ان کے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ان حضرات کے غیر اسلامی افعال واقوال کی تفصیل (المحجۃ المؤتمنہ از: اعلیٰ حضرت) میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اگرچہ تحریک عدم تعاون کے زمانہ کو قریباً ایک صدی گزر گئی، لیکن اب بھی جب ان رہبران خود گم کردہ کے افعال واقوال پر نظر پڑتی ہے تو سر حیا سے نیچے جھک جاتا ہے۔

ان لوگوں نے صرف اس پر بس نہ کی، بلکہ مشرکوں (ہندو) کے گروہ میں آکر مسلمانوں کی دو عظیم درسگاہوں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور اسلامیہ کالج لاہور کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ پہلے ان کے مشرکانہ افعال واقوال ملاحظہ فرمائیں۔

رسالہ (الناظر) کے ایڈیٹر ظفر الملک نے کہا: ''اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے''۔ (پیسہ اخبار لاہور ۸: نومبر ۱۹۲۰ء بحوالہ تحقیقات قادریہ ص ۲۹)

محمد علی جوہر کے بھائی، شوکت علی نے کہا:

''زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا، اگر تمام ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا راضی ہوگا''۔ (مدینہ اخبار بجنور ۲۱: جنوری ۱۹۲۱ء۔ بحوالہ تحقیقات قادریہ ص ۱۷)

مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے یوں کہا: ''ان کو (گاندھی) اپنا رہنما بنا لیا ہے۔ جو کہتے ہیں، میں وہی مانتا ہوں''۔ (گاندھی کا فیصلہ: مصنف، خواجہ حسن نظامی ص ۱۶ ۔ بحوالہ تحقیقات قادریہ ص ۱۸۔۱۹)

مولانا محمد علی جوہر تو وہ تمام حدود کو پھلانگ گئے، اور ایک انگریزی اخبار کے وقائع نگار کو کہا: ''میں اپنے لیے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم گاندھی جی ہی کے احکامات کی متابعت ضروری سمجھتا ہوں''۔ (محمد علی جوہر ذاتی ڈائری: حصہ اول ص ۱۰۷)

ان لیڈروں نے اسی پر بس نہ کی، بلکہ جامع مسجد (دہلی) کے ممبر پر شردھانند سے تقریریں کرائی گئیں۔ ایک ڈولی میں قرآن کریم اور گیتا کو رکھ کر جلوس نکالے گئے۔ گاندھی جی کی تصویروں اور بتوں کو آویزاں کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرشن کا خطاب دیا گیا۔ وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا گیا۔ گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتاوے اونٹوں کی پشت پر سے تقسیم کیے گئے۔ (مسلمانوں کا ایثار اور جنگ آزادی ص ۱۴۲۔۱۴۳)

علمائے حق نے ہادیٔ برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو اس طرح بازیچۂ اطفال بنتے دیکھا تو ان کی ایمانی غیرت بھڑک اٹھی اور اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو بچانے اور باطل کو نیست و نابود کرنے کے لیے میدان میں کود پڑے، چنانچہ امام اہل سنت عظیم المرتبت جہاں ذاتی طور پر اپنے قلم سے ان ناعاقبت اندیشوں کے کفریہ کلمات و افعال کی تردید کی، وہاں بریلی میں کل ہند مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ قائم کی، جس نے اس سلسلہ میں قابل قدر خدمات انجام دی۔

علی گڑھ کالج کا قضیہ

اسلامیہ کالج علی گڑھ شروع ہی سے محمود حسن دیوبندی اور

اس کے ہمنواؤں کی نظر میں بری طرح سے کھٹکتا تھا اور ان لوگوں کی دلی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح اس بت کو ڈھا دیا جائے۔ آخر تحریک ترک موالات کے سلسلے میں مسٹر گاندھی کے ایما پر محمود حسن اور ابو الکلام آزاد نے پروگرام بنایا تو محمود حسن نے اسلامیہ کالج علی گڑھ اور اسلامیہ کالج لاہور کو نیست و نابود کرنے کے لیے اپنے دیرینہ خیالات کا یوں اظہار کیا: ''علی گڑھ کالج کی ابتدائی حالت میں علمائے متدینین نے علی العموم اس قسم کی تعلیم کے جواز سے جواز سرتا پا گورنمنٹ کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے، روکا، بدقسمتی سے وہ رک نہ سکی، اب جب کہ اس کے ثمرات ونتائج آنکھوں سے دیکھ لیے تو قوم کو اس سے بچانا ایک ضروری امر ہے''۔

(ترک مولات، مدینہ پریس بجنور ص ۱۱۔۹)

محمود حسن دیوبندی نے مسلم کالج علی گڑھ کے طلبہ کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا: ''میں امید کرتا ہوں کہ میری معروضات سے آپ کو سوالات کا جواب مل جائے گا اور علی گڑھ کی عمارتوں اور کتب خانوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی آپ کو دستک دے گا کہ قسطنطنیہ، شام، فلسطین اور عراق کی قیمت سے ان چیزوں کو کیا نسبت ہے''۔

محمود حسن دیوبندی کے فتاوے، ابو الکلام آزاد اور محمد علی جوہر کی تقریریں اور خطبات آخر میں رنگ لائے۔ ڈاکٹر انصاری اور محمد علی جوہر کی زیر سرکردگی ''مجاہدین'' کی ایک عظیم فوج نے علی گڑھ کالج پر ہلہ بول دیا۔ مولانا حبیب الرحمان شروانی، مولانا سید سلیمان اشرف، اور ڈاکٹر ضیاء الدین کی بلند ہمتی اور عظیم کوشش سے کالج مکمل شکست و ریخت سے بچ گیا اور بعد میں اس کالج نے یونیورسٹی کی شکل اختیار کر لی، جو آج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام سے ملک بھر میں شہرت یافتہ ہے۔

تحریک عدم تعاون کے عہد میں عزیز الرحمان سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ اسکول لائل پور نے ایک طویل استفتا مرتب کر کے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بریلی شریف بھیجا۔ اعلیٰ حضرت نے جواباً ایک مفصل فتویٰ ترتیب دیا، جو بعد میں (المحجۃ المؤتمنہ) کے نام سے شائع ہوا۔ تحریک عدم تعاون کے ممبران انگریزی حکومت سے امداد پانے والے مسلم اسکول و کالج کو بند کرنے پر زور دے رہے تھے۔ امام اہل سنت نے اس منصوبے اور نظریے کی تردید فرمائی۔ اس طرح المحجۃ المؤتمنہ کے نام سے ایک ایسی دستاویز وجود میں آئی، جس نے ہر موقع پر اور ہر مشکل میں مسلمانان ہند کے لیے دلیل راہ کا کام دیا۔

غرض کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے پوری زندگی مسلمانوں کے ایمان کی پاسداری کی اور پوری زندگی دین و سنت کی خدمت گزاری کے لیے گزاری۔ آپ کے دور میں جتنے بھی فتنوں نے جنم لیا، ان تمام کا جواب آپ نے اپنے مقدس قلم کے ذریعہ دیا اور دین وسنیت کی حفاظت فرمائی۔ آپ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ جب بھی کچھ لکھا تو شریعت مصطفوی کی حفاظت کے لیے لکھا۔ کبھی کسی دنیادار کے لیے کچھ نہیں لکھا۔ اللہ نے آپ کو بہت سی صلاحیتوں سے نوازا تھا اور آپ نے اس کا بھرپور استعمال کر کے قوم مسلم کی صالح رہنمائی فرمائی۔ آپ نے ہر محاذ پر قوم مسلم کی رہنمائی فرمائی، خواہ شرعی معاملات ہوں، یا سیاسی وسماجی معاملات۔ آپ کے زرنگار قلم نے قوم مسلم کو ہر چہار سمت تحفظ عطا کیا۔

تاریخ سلاطین ہند

قسط دوم

مذہب اسلام کے جنگی اصول وقوانین

از: مولانا محمد شاہد علی مصباحی (جالون)
Shahidqadri2@gmail.com

تاریخ سلاطین ہند کی پہلی قسط ''سلطان محمود غزنوی اور سومناتھ: حقیقت یا افسانہ؟'' میں یہ بتایا گیا کہ سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے نہ تو ظلم کیا ہے، اور نہ ہی کسی عبادت گاہ کو نقصان پہنچایا ہے، اور اس کا ثبوت خود انہیں کے گھر سے دیا گیا ہے، جو اعتراضات قائم کرتے ہیں۔ آخر میں اسلامی نقطہ نظر سے بھی اس کی تردید کی گئی ہے۔

اب اس دوسری قسط میں وہ اسلامی احکام بیان کیے جائیں گے جو یہ باور کراتے ہیں کہ اسلام نہ عام حالات میں ظلم و بربریت کی اجازت دیتا نہ ہی حالت جنگ میں۔ میدان جنگ میں بھی اسلام اپنی قدروں کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہنے کا حکم دیتا ہے۔

صرف یہ ہی نہیں کہ حکم ہے، بلکہ متبعین اسلام نے اس پر سختی کے ساتھ عمل بھی کیا ہے، اور یہی وہ خصوصیات ہیں جو مذہب اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب سے ممتاز کرتی ہیں، اور یہ ثابت کرتی ہیں کہ حقیقت میں انسانیت کا تحفظ اور اس کی فلاح و بہبود اسلام ہی کے دامن کرم سے وابستہ ہے۔

اسلام اور تحفظ انسانیت

انسانیت کے ناطے ہر آدمی کا ایک دوسرے پر کچھ حق ہے اور ہر آدمی ایک دوسرے کے لیے قابل احترام اور لائق عزت ہے۔ مذہب اسلام تمام کائنات کو الفت و محبت کا درس دیتا ہے، اور یہ بتاتا ہے کہ تم سب ایک ہو۔

محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(الخلق کلھم عیال اللّٰہ-فاحبھم الی اللّٰہ انفعھم لعیالہ) (طبرانی)

ترجمہ: تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے اور تمام مخلوق میں خدا کو سب سے پیارا وہ ہے جو اس کی مخلوق کو زیادہ نفع پہنچائے۔

صحیح مسلم کتاب العتق میں ہے۔(الناس کلھم عیال) ترجمہ: سارے لوگ ایک کنبہ ہیں۔

اسی لیے اسلام نے یہ قوانین عطا فرمائے کہ بلا وجہ کسی انسان کو تکلیف نہیں دی جائے گی، اور کسی کی جان و مال کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا، نیز مذہب اسلام کسی قوم اور کسی انسان کو مذہب کے بارے میں جبر نہیں کرتا۔ کسی کو زور، زبردستی اور ڈرا دھمکا کر مسلمان بنانا جائز نہیں۔ قرآن مقدس میں فرمان الٰہی ہے: (لا اکراہ فی الدین) یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

کتاب الاموال میں ہے کہ کسی غیر مسلم کو اس کے دین و مذہب کی تبدیلی کے سلسلے میں ہرگز مجبور نہ کیا جائے، اور یہ بھی حکم دیا گیا کہ: (ولا یکرھون علی دینھم) ان کے دین میں کسی قسم کی زبردستی نہیں کی جائے۔

ہر قوم کے پرسنل لا کی حفاظت

مذہب اسلام کسی بھی قوم کے مذہبی معاملات میں ایسی دخل اندازی سخت ناپسند کرتا ہے، جو ان کے مذہبی امور، کلچر، تہذیب یا پرسنل لا میں خلل کے مترادف ہو۔ مذہب اسلام کا حکم ہے: (ولا

یحال بینھم وبین شرائعھم) ۔ان کے اوران کی شریعتوں کے درمیان حائل نہ ہو یا جائے ۔(تاریخ طبری)، نیز غیر مسلمین کو اپنے رسوم ورواج اور اصول وقوانین پر عمل کی بھی مکمل آزادی فراہم کرتا ہے۔''ہر قوم وقبیلہ اپنے اصول وقوانین کے مطابق شادی، شہادت،معاملات ووراثت پر عمل کرنے کا پورا حق رکھتا ہے''۔ (کتاب الاموال)

کتاب الخراج میں ہے:''یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانے نہ گرائے جائیں، یہ لوگ ناقوس بجانے اور اپنی عید کے دن صلیب نکالنے سے نہ روکے جائیں''۔

اسلام کا نظام عدل

مذہب اسلام ایسا نظام عدل رکھتا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔قربان جایئے قرآن مقدس کے اس فرمان عالیشان پر:

(ولا یجرمنکم شناٰن قوم علی ان لا تعدلوا، اعدلوا ھو اقرب لتقویٰ) (سورہ مائدہ: آیت ۸)

ترجمہ: کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان سے انصاف نہ کرو۔ ہر حال میں عدل کرو، یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

جو مذہب دشمنوں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے کیا وہ مذہب کسی کا برا چاہے گا؟

دنیا کا یہ رواج ہے کہ وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتی ہے مگر قربان جاؤ اسلامی شریعت پر جو برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے کا حکم دیتی ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ: وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ) (سورہ فصلت: آیت ۳۴،۳۵)

ترجمہ: نیکی اور بدی کا درجہ برابر نہیں ہوسکتا، برائی کا جواب اچھائی کے ساتھ دو، اگر تم نے ایسا طرز عمل اپنایا تو تم دیکھو گے کہ تمھارا وہی دشمن دوست بن گیا ہے۔البتہ یہ دولت نہیں مل سکتی، مگر صابروں کو،اور اسے نہیں پاتا،مگر بڑے نصیب والا۔

برائیوں کے خلاف اسلامی فرمان یہ ہے:

(قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق) (سورہ اعراف: آیت ۳۳)

ترجمہ: تم فرمادو میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جوان میں کھلی ہیں اور جوان میں چھپی ہیں۔

خرید وفروخت اور تجارت میں دھوکہ دہی سے احتراز، سود جیسی بلا سے ممانعت، ناپ تول میں ایمانداری اور سچائی، امانتوں کے سلسلے میں خیانتوں سے اجتناب، اور دیانت داری کی تربیتوں پر اسلامی معاشرہ کی بنیادیں ہیں۔حاکم ہو یا محکوم، عدل وانصاف پر قائم رہیں اور حقوق کی نگہداشت میں کوتاہی نہ کریں، کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

(اجعلوا الناس فی الحق سواء قریبھم کبعیدھم وبعیدھم کقریبھم–الحدیث)

ترجمہ: حقوق میں تمام انسانوں کو برابر رکھو، اس طرح کہ اپنے بیگانوں کی طرح اور بیگانے اپنوں کی طرح ہوں۔

خطبہ حجۃ الوداع میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاہلیت کی جن بنیادوں کو نیست ونابود کرڈالا ہے۔وہ محض عرب اور اس مخصوص زمانہ سے متعلق نہیں ہیں، بلکہ رہتی دنیا تک انسانی حقوق کے استحصال کی جو بھی تحریک اٹھے گی، اسلام اور سچے مسلمان قرآنی قوانین کی روشنی میں ہمیشہ اس کا دفاع کرتے رہیں گے۔

فرمان رب کائنات ہے:

(فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ::وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ) (سورہ زلزال: آیت ۷،۸)

ترجمہ: پس جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا، اسے دیکھے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا، اسے دیکھے گا۔

اسلامی عدل کا یہ معیار

(اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا-وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ-اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا)

(سورہ نساء: آیت ۸۵)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو، اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

کیا کہیں اور ایسے واضح قوانین نظر آتے ہیں جو عدل و انصاف کا ایسا پیانہ رکھتے ہوں؟ یقیناً آپ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ یہ محض مذہب اسلام ہی کا خاصہ ہے۔

قانون اسلام کی رواداری

اپنی قوم یا رشتہ داروں کے لیے تو انسان ناروا کو بھی روا کر لیتا ہے۔ جائز کو بھی ناجائز گردانتا ہے۔ ناحق کو بھی حق سمجھ کر اپناتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس آیت کریمہ کے ذریعے حکم فرمادیا: کہ اے مسلمانو! اس طرح غلطیوں سے بھی اپنا دامن بچا کر رکھنا تبھی اپنے رب کو رضی کر سکتے ہو۔ اسی طرح جب کسی سے دشمنی ہوتی ہے تو انسان ڈگمگا جاتا ہے اور انصاف کے ترازو کو مضبوتی سے نہیں تھام پاتا، رب کائنات نے اس پر بھی مومنین کو تاکید فرمائی:

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ-وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا-اِعْدِلُوْا- هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى-وَ اتَّقُوا اللّٰهَ-اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت (دشمنی) اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

اب آپ یہ گمان نہ کریں کہ یہ قوانین محض کتابوں کی زینت ہیں۔ زمینی سطح پر ماجرا کچھ اور ہوگا۔ زمینی حقائق بھی نظر نواز ہیں۔ کوئی کیسا ہی قریبی کیوں نہ ہو، ایمان والوں کے یہاں اسے انصاف کا سامنا کرنا پڑے گا، جیسا کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا۔

بشر نامی ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔ یہودی نے کہا چلو! حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ کرالیں۔ منافق نے خیال کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو بے رعایت محض حق فیصلہ دیں گے۔ اس کا مطلب حاصل نہ ہوگا، اس لیے اُس نے باوجود مدعیِ ایمان ہونے کے یہ کہا کہ کعب بن اشرف یہودی کو پنچ بناؤ۔

(قرآن کریم میں طاغوت سے کعب بن اشرف کے پاس فیصلہ لے جانا مراد ہے) یہودی جانتا تھا کہ کعب رشوت خور ہے ، اِس لیے اُس نے باوجود ہم مذہب ہونے کے اُس کو پنچ تسلیم نہ کیا۔ ناچار منافق کو فیصلہ کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آنا پڑا۔ حضور نے جو فیصلہ دیا، وہ یہودی کے

موافق ہوا۔ یہاں سے فیصلہ سننے کے بعد پھر منافق یہودی کے در پے ہوا، اور اسے مجبور کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لا۔ یا یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا اور اس کا معاملہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طے فرما چکے، لیکن یہ حضور کے فیصلہ سے راضی نہیں۔ آپ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ فرمایا کہ ہاں، میں ابھی آ کر اس کا فیصلہ کرتا ہوں۔ یہ فرما کر مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار لا کر اُس کو قتل کر دیا اور فرمائے: جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ سے راضی نہ ہو، اُس کا میرے پاس یہ فیصلہ ہے۔

اس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہودی کے حق میں فیصلہ سنا دیا۔

(عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: أَنَّ مُسْلِمًا وَيَهُودِيًّا اخْتَصَمَا إِلَى عُمَرَ فَرَأَى الْحَقَّ لِلْيَهُودِيِّ فَقَضَى لَهُ عُمَرُ بِهِ). (مشکوٰۃ شریف)

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مقدمہ لے کر آئے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا کہ یہودی حق پر ہے، اس لیے انہوں نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔

تاریخ اسلام ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے، مگر طوالت کا خوف یہاں مانع ہے۔ اسلام تو ایسا مذہب ہے جس نے نہ صرف انسانی حقوق، بلکہ جانوروں کے حقوق کی بھی پاسداری کی ہے۔ وہ اسلام ہی ہے جس نے یہ حکم صادر فرمایا کہ: ''جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے''۔ رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذی روح کے حقوق کی نگہداشت کے لیے حکم فرماتے ہیں:

(۱)(اتقوا اللّٰہ فی ھذہ البھآئم العجمۃ فرکبوھا صالحۃ واترکوھا صالحۃ)(سنن ابوداؤد)

ترجمہ: ان حیوانات کے معاملے میں خدا کا خوف کرو، جو بول نہیں سکتے۔ ان پر سواری کرو جبکہ وہ اس قابل ہوں اور انہیں چھوڑ دو جبکہ وہ اچھی حالت میں ہوں۔

(۲)(لاتتخذوا ظھور دوابکم کراسی)

(رواہ احمد وحاکم)

ترجمہ: اپنے جانوروں کی پشتوں (پیٹھ) کو کرسیاں نہ بناؤ۔

یعنی ان پر سوار ہونے کی حالت میں کسی سے بات مت کرو، اگر بات کرنی ہو تو اتر کر بات کرو تا کہ ان کا بوجھ کم ہو جائے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جانور کے چہرے پر مارنے اور اسے داغنے سے منع فرمایا ہے۔

اسلام میدان جنگ میں

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ کے لیے بھی پاکیزہ اصول متعین فرمائے ہیں۔ جنگ کا نام سنتے ہی روح کانپ اٹھتی تھی اور مفتوح قوم کھلی آنکھوں موت کا مشاہدہ کرنے لگتی تھی۔ مذہب اسلام نے اولاً صلح وامن سے معاملہ حل کرنے کی تاکید فرمایا، اور انتہائی ناگفتہ بہ حالت میں سخت شرائط کے ساتھ تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے۔

اب آتے ہیں اس مقصد کی طرف جس کی خاطر یہ تانا بانا بنا گیا ہے اور وہ ہے میدان جنگ میں اسلام کے قوانین اور احتیاطیں، جن کے مطالعہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ اسلام کے سپاہی جب میدان کارزار میں داخل ہوئے تو دنیا نے جو بے اعتدالیاں اور ناانصافیاں میدان جنگ میں اپنے مدمقابل کے ساتھ کی تھیں، اور شکست خوردہ دشمن کی بستیوں پر، ان کی عورتوں اور بچیوں پر، ان کے ضعیفوں اور نونہالوں پر، ان کے

غریبوں اور خستہ حالوں پر، ان کے کھیت اور کھلیانوں پر، ان کے سبزہ زاروں اور باغات پر کیسے کیسے ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑے تھے، ان سب کی قلعی کھول کھول کر رکھ دی۔ اب ذرا میدان جنگ میں اسلام کا یہ رنگ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

اسلام میدان جنگ میں بھی اپنے اصولوں کا پابند ہے۔ اس بارے میں سب سے پہلے ہم قرآن وحدیث کے بنیادی احکام پیش کریں۔ قرآن مقدس یہی فرماتا ہے کہ دشمن کی سزا اتنی ہی ہو، جتنی اس نے زیادتی کی ہے، یا اسے معاف کر دیا جائے۔

ارشاد خداوندی ہے:

(وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ)

ترجمہ: اوراگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی تھی، اوراگر تم صبر کرو تو بے شک صبر والوں کو صبر سب سے اچھا ہے۔

آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(ولا تقتلوا شيخا فانيا ولا طفلا ولا صغيرا ولا امرأة) (سنن ابوداؤد)

ترجمہ: کسی بوڑھے (شیخ فانی)، بچے اور عورت کو قتل مت کرنا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی جنگ میں ایک مقتول عورت کو دیکھا تو آپ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔ (صحیح بخاری)

(كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا امر اميرا قال: لا تقتلوا وليدا) (صحیح مسلم)

ترجمہ: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کو امیر لشکر بناتے تو اس سے فرماتے: ''کسی بچے کو قتل مت کرنا''۔

عرب عموماً شب خون مارتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طریق کار پر پابندی لگادی، اور صبح سے پہلے حملہ کرنے کی ممانعت فرمادی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ خیبر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی قوم کے پاس رات کو پہنچ جاتے تو صبح ہونے سے پہلے اس پر حملہ نہیں کرتے تھے۔ (صحیح بخاری)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگ کا عذاب دینا سوائے آگ کے پیدا کرنے کے اور کسی کو سزاوار نہیں۔ (سنن ابی داؤد)

مقبوضہ ومفتوحہ علاقہ کے لیے اسلامی احکام

ایک دفعہ سفر جہاد میں اہل لشکر نے کچھ بکریاں لوٹ لیں اور ان کا گوشت پکا کر کھانا چاہا، جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے دیگچیاں الٹ دینے کا حکم دیا اور فرمایا: ''لوٹ کا مال مردار سے زیادہ حلال نہیں''۔ (سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد)

فصلوں کو خراب کرنا، کھیتوں کو تباہ کرنا، بستیوں میں قتل عام اور آتش زنی کرنا، اسلامی نقطہ نگاہ سے ناجائز ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ) (سورہ بقرہ: آیت 205)

ترجمہ: اور جب وہ پلٹتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

مجاہدین کی روانگی سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''بدعہدی نہ کرو، غنیمت میں خیانت نہ کرو اور مثلہ (ناک، کان، ہاتھ، پیر وغیرہ کاٹنا) نہ کرو''۔ (صحیح مسلم)

دشمن کی لاشوں کی بے حرمتی کرنا اور ان کے اعضا کی قطع و برید کرنے سے بھی اسلام نے سختی سے منع کیا۔ حضرت عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹ مار اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔(صحیح بخاری)

ان اصول اور طریقہ کار کو آپ اور آپ کے جاں نثار ساتھیوں نے عملی جامہ پہنا کر غیر مسلم قوم کے ظالمانہ جنگی طریقوں کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔ ان اصول وضوابط سے انسانی جان کی غیر معمولی قدر واہمیت اور اس کے احترام کا پتہ چلتا ہے۔

خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف فوجیں روانہ کیں تو ان کو دس ہدایتیں دی تھی

کسی عورت کو قتل نہ کرنا، بچے کو قتل نہ کرنا، بوڑھے کو قتل نہ کرنا، کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا، آبادی کو ویران نہ کرنا، بکری اور اونٹ کو زخمی نہ کرنا، مگر یہ کہ انہیں کھانا ہو، شہد کی مکھیوں کو نہ جلانا، اور نہ ان کو بھگانا، امانت میں خیانت نہ کرنا، بزدلی نہ دکھانا۔

نیل الاوطار میں ہے: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(لا تقتلوا الولدان ولا اصحاب الصوامع)

ترجمہ: نہ بچوں کو قتل کرنا اور نہ گوشہ نشین اہل صومعہ کو۔

دشمنان اسلام سے عین حالت جنگ میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالیشان مکہ کے گلی کوچوں میں گونجتا رہا:

1 مقابلہ صرف اسی سے کیا جائے جو جنگ کے ارادہ سے آئے۔

2 حرم میں خون ریزی سے باز رہا جائے۔

3 جو شخص کعبہ کے حدود میں داخل ہو جائے، وہ ہماری پناہ میں ہے۔

4 جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے، وہ ہماری پناہ میں ہے۔

5 جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے، وہ ہماری پناہ میں ہے۔

6 جو بھاگ جائے، اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔

7 جو ہتھیار ڈال دے، اس کو چھوڑ دیا جائے۔(فتوح البلدان للبلاذری)

کمال کی بات تو یہ ہے کہ یہ اصول اور یہ رعایتیں ان لوگوں کے لیے تھیں جنہوں نے مسلمانوں کو گرم ریت پر لٹایا تھا۔ مسلمانوں کے برہنہ سینوں اور پشتوں پر گرم پتھر رکھے تھے۔ مسلمانوں کو وطن عزیز چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ عبادت کرنے سے روکا تھا۔ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عین حالت نماز میں اوجھڑیاں ڈالی تھیں۔ آپ پر پتھر برسائے تھے۔ آپ کو معاذ اللہ پاگل اور مجنوں کہہ کر پکارا تھا۔

یہ رعایتیں ان کے لیے تھیں جن کی وجہ سے آپ اور آپ کے ساتھی مسلسل تیرہ سال ظلم وستم کی چکی میں پستے رہے اور مشرکین مکہ کے ظلم وستم کے سبب مومنین کو زمین وجائیداد اور مکان ودیگر ساز وسامان چھوڑ کر جلاوطن ہونا پڑا اور اسی پر بس نہیں، بلکہ جلاوطنی کے بعد بھی تعاقب جاری رہا۔

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اہل مکہ کے مظالم کے سبب اپنا وطن عزیز چھوڑ کر مدینہ جانا پڑا۔

دنیا کی کوئی اور قوم ہوتی اور اپنے ایسے دشمنوں پر غلبہ پا جاتی تو ایسا بدلہ لیتی کہ آسمان بھی خون کے آنسو روتا، مگر قربان جایئے مذہب اسلام کے اصولوں پر کہ ایسی ظالم وجابر اور سفاک قوم کو بھی عام بخشش کا پروانہ عطا فرما دیا۔

ذمی اور اسلام:

ذمی کی تعریف: وہ غیر مسلم جو مسلم ممالک میں بادشاہ اسلام کو ٹیکس دے کر رہتے ہیں اور ان کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری بادشاہ اسلام پر عائد ہوتی ہے۔

ذمیوں کے متعلق فرمودات محسن کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''خبردار! جس نے کسی ایسے ذمی کو قتل کیا جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ حاصل تھی تو اس نے اللہ کے عہد کو توڑ دیا، لہٰذا وہ جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا، حالاں کہ اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت (دوری) سے آئے گی''۔ (سنن ترمذی)

صفوان بن سلیم نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کے کچھ بیٹوں سے، اور انہوں نے اپنے آبا سے (جو ایک دوسرے کے عزیز تھے) اور انہوں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنو! جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا، یا اس کا کوئی حق چھینا، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا، یا اس کی کوئی چیز بغیر اس کی مرضی کے لے لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے وکیل ہوں گا۔ (سنن ابوداؤد)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی معاہد (ذمی) کو قتل کرے گا، اس کو جنت کی خوشبو تک نصیب نہ ہوگی۔ (صحیح بخاری)

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور ایک ذمی:

مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عدالت میں ایک مسلمان ایک ذمی کے قتل کے جرم میں پیش کیا گیا۔ قتل کا ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد آپ نے بدلے میں مسلمان کے قتل کا حکم فرمایا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور اہل ذمہ:

سیدنا عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سمرقند کا ایک وفد شکایت لے کر آیا کہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار جو اس علاقہ میں مقرر ہیں، انہوں نے ہمارا شہر ہم سے خالی کروالیا ہے اور وہاں مسلمانوں کو آباد کر دیا ہے۔ امیر المومنین نے سمرقند کے اسلامی گورنر کو فوراً حکم بھیجا کہ قتیبہ (جو کی اس وقت وہاں کے گورنر تھے) اور ذمی باشندوں کے معاملات کی تحقیق کے لیے فورا ایک مخصوص عدالت بٹھائی جائے اور جو فیصلہ ہو، اسے نافذ کیا جائے۔

چناں چہ سمرقند کے عامل نے اسلامی قاضوں کا ایک پینل مقرر کیا جنہوں نے مسلمانوں کو شہر خالی کرنے کا فیصلہ سنایا۔

اہل سمرقند یہ ماجرہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ انسانی بہبود کے ایسے قوانین کا سرمایہ مسلمانوں کے پاس ہے، اور اس کی پابندی خلیفہ، گورنر اور سربراہ فوج سب بلا حیل و حجت کرتے ہیں۔

ایسے نظام امن رحمت کو دیکھ کر انہوں نے مسلمانوں سے اپنے درمیان رہنے کی درخواست کی۔ یہ ہے اسلامی اصول ریاست میں دیانت وصداقت۔

اہل ذمہ کا ٹیکس واپس کر دیا

جب دمشق اور حمص کے علاقے میں ہرقل بادشاہ اپنی پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھا تو وہ علاقے جو الگ واقع تھے جن علاقوں کی مسلمان فوج اس وقت حفاظت کرنے سے قاصر تھی، حضرت خالد بن ولید نے حمص کے ان بعض علاقوں اور حضرت عبیدہ بن الجراح نے دمشق کے بعض علاقوں میں یہ اطلاع دی اور کہا:

''اے اہل ذمہ! ہم نے آپ حضرات سے جو خراج وصول کیا تھا، وہ اس لیے تھا کہ ہم آپ لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کریں، بیرونی حملوں سے پناہ بنیں، مگر افسوس کہ ہم اس ذمہ کو پورا نہیں کر سکتے، اس لیے آپ لوگوں نے جو رقم ہمیں دی ہیں، ہم سب واپس کرتے ہیں''۔

غیر مسلم رعایا یہ خبر سن کر بلک اٹھی، اس لیے کہ انہیں اپنے ہم مذہب رومی حکمرانوں کے ظلم و ستم کا قدیم تجربہ تھا۔ انہوں نے اپنے ان محسنوں کو آنسوؤں اور التجاؤں کے ساتھ فتح و کامرانی کی نیک خواہشات کا تحفہ دے کر رخصت کیا، اور کہا یقیناً مسلمانو! آج دنیا میں عدل و انسانیت کا بھرم تمہیں سے قائم ہے۔ ہم تہ دل سے اس بات کے آرزومند ہیں کہ ہمارے راعی اور حکمران بن کر پھر جلد تم واپس آؤ۔

ذمی کی زمین واپس کر دی

ایک ذمی کافر آیا اور کہنے لگا:

میں حمص سے آیا ہوں اور آپ سے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ چاہتا ہوں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا:

آخر تمہارا معاملہ کیا ہے؟ تم کس بات کا فیصلہ چاہتے ہو؟

وہ ذمی جواباً کہنے لگا: عباس بن ولید نے میری زمین مجھ سے غصب کر لی ہے۔

عباس بن ولید بھی اسی مجلس میں موجود تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا:

اے عباس! تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟

عباس بن ولید کہنے لگے: حضور! یہ زمین مجھے امیر المؤمنین ولید بن عبد الملک نے دی تھی، ان کی لکھی ہوئی سند میرے پاس موجود ہے۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذمی سے فرمایا:

اے ذمی! تو اس بارے میں کیا کہتا ہے؟ اس کے پاس تو زمین کی ملکیت کی سند ولید بن عبد الملک کی طرف سے موجود ہے جس کے مطابق یہ زمین عباس کی ملکیت میں ہے۔

ذمی کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! میں اپ سے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ چاہتا ہوں۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ولید بن عبد الملک کی کتاب (یعنی سند) کی بجائے کتاب اللہ زیادہ لائق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہٰذا اے عباس! تو یہ زمین اس ذمی کو واپس کر دے۔

چناں چہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ زمین عباس بن ولید سے لے کر اس ذمی کو دلوائی، تب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار حاصل ہوا۔

اب آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ جس قوم کے احکام و فرامین ایسے پاکیزہ اور ایسے انسانیت پرور ہوں اور جس قوم کے خلفا و امرا اپنے مذہب پر ایسے عمل کرنے والے ہوں، کیا وہ قوم ظالم ہو سکتی ہے؟، کیا وہ قوم کسی کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

یہ صرف اسلام سے بغض رکھنے والے متعصب مؤرخین کی دست درازیاں ہیں جنہیں پہلی قسط میں تفصیل کے ساتھ رقم کیا جا چکا ہے۔ مذہب اسلام کی شبیہ کو خاک آلود کرنے کی ناپاک سازش ہے، جو کبھی کامیاب نہ ہو سکی، نہ آئندہ کامیابی کی امید ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
تم جتنا دباؤ گے اتنا ہی یہ ابھرے گا

نوٹ: اس مضمون کے مواد میں علامہ بدر القادری مصباحی (ہالینڈ) کی مشہور تصنیف ''اسلام اور امن عالم'' سے مدد لی گئی ہے۔

☆☆☆

خطبات جمعہ: روشن مستقبل (دہلی) کا خوش آئند اقدام

از: مولانا محمد زاہد المرکزی (کالپی شریف)
Zahidalibarkati@gmail.com

عوام اہل سنت کو صحیح فکر کی ترسیل اور اس کی ترویج و اشاعت موجودہ دور میں نہایت ہی اہم کام ہے، اور اس کام کو علمائے کرام، ائمہ کرام سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا، کیوں کہ ان کے پاس ہر جمعہ کو معاشرے کے ہر طبقے، ہر شعبے کے افراد جن کا تعلق دین سے تھوڑا سا بھی ہے، وہ ضرور حاضر ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ چھوٹے سے گاؤں، قصبہ سے لے کر رنگین، بلند و بالا عمارتوں والے شہروں تک پھیلا ہوا ہے۔

ایک امام کی اقتدا میں کہیں سو دو سو تو کہیں ہزار، کہیں کئی ہزار افراد خطبہ جمعہ سننے اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے حاضر ہوتے ہیں، اور یہ ایک ایسا پلیٹ فارم ہے، جہاں پر نہ لوگوں کو دعوت دینی پڑتی ہے، اور نہ ہی جلسے جیسا اہتمام کرنا ہوتا ہے۔ ہماری زبان میں کہیں تو ''ہینگ لگے نہ پھٹکری، رنگ چوکھا آجائے'' والا معاملہ ہے۔ نہ خرچ، نہ دعوت اور لوگ اتنے کہ کتنے بڑے جلسوں میں بھی اتنی تعداد جمع نہیں ہوتی۔ اغیار نے اس چیز کو سمجھا اور کافی پہلے کام شروع کیا اور کامیاب بھی ہیں۔

علمائے کرام وائمہ کرام کی اس ضرورت کو جو کہ در اصل امت مسلمہ کی ضرورت ہے، "روشن مستقبل" (دہلی) کے علمائے کرام نے محسوس کیا اور کام شروع کر دیا - بحمدہ تعالیٰ خطبات کی جدت، موضوعات میں تنوع، دل پذیر اسلوب بیان، قرآن و احادیث سے مزین بیان، حوالہ جات کی تخریج، معتبر روایات کا انتخاب، اور مفتیان کرام کی نظر ثانی کے ساتھ خطبات پیش کیے جا رہے ہیں۔

عہد حاضر کے حالات و ضروریات، امت مسلمہ کے درپیش مسائل کا حل، مسلمان کیا کریں کیا نہ کریں؟ سیاسی امور اور اس سے مستقبل میں ہونے والے نتائج، سیاسی شعور کا فروغ و ارتقا، خاموش مسلم مذہبی قیادت کو عملی انقلاب کے لیے آمادہ کرنا، سیاسی و ملی رہنماؤں کو قوم کی تشویشناک صورت حال سے آگاہ کرنا اور انہیں اقدام کی طرف توجہ دلانا، علمائے کرام کو ان کی ذمہ داریوں کی جانب متوجہ کرنا، اور اسی قسم کے عہد حاضر کے ہر اہم اور ضروری موضوع کو ''خطبات جمعہ'' کے ذریعے پیش کیا جا رہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ابھی تک محض 29: خطبات ہی پیش ہوئے ہیں اور ہمارے ساتھ ملکی و غیر ملکی کم و بیش پانچ ہزار علما و ائمہ کرام شامل ہو چکے ہیں۔ شاید آپ کو دیکھنے میں یہ تعداد کم لگے، لیکن جب آپ ان پانچ ہزار علما و ائمہ کو اوسطاً 100 سے ضرب دیں گے 5,000×100 تو حاصل ضرب 500,000 ہوگا جو آپ کی آنکھیں کھول دے گا-

ان شاء اللہ تعالیٰ ہر آنے والا دن مزید بہتری لائے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ "خطبات جمعہ" کا پلیٹ فارم دن گیارہویں شب بارہویں ترقی کر رہا ہے تو بیجا نہ ہوگا- خطبات جمعہ کی ایک مجلس ادارت ہے، جن کے زیر اہتمام خطبات کو ترتیب دیا جاتا ہے۔ ایک مجلس مشاورت ہے، جو حسب ضرورت مجلس ادارت کا تعاون کرتی ہے۔

پوری ٹیم اس کار خیر میں برابر کی شریک ہے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اسی طرح آپس میں شیر وشکر رہ کر کام کرتے رہیں گے۔ میری نظر میں یہ علمائے اہل سنت کی جانب سے اس طرح کا واحد پلیٹ فارم ہے جو قوم کی رہنمائی کا حق ادا کر رہا ہے۔ آپ حضرات اپنے متعلقین کو اس سے منسلک کریں اور عوام اہل سنت کی رہنمائی کا حق ادا کریں۔

تا دم تحریر واٹس ایپ کے دس گروپ اور ایک ٹیلی گرام چینل وجود میں آچکا ہے۔ نیچے ہم چند علمائے کرام کے تأثرات پیش کر رہے ہیں، تاکہ آپ کو "خطبات جمعہ" کا مزید تعارف حاصل ہو جائے۔

از: مولانا شکیل چشتی (چھتیس گڑھ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بانیان گروپ کو تہ دل سے مبارک باد۔ اللہ آپ لوگوں کے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے۔ ناقص مشورہ یہ ہے کہ حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے، چوں کہ حالات حاضرہ کا تقاضا یہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کے ان پہلوؤں پر کام کیا جائے، جن کو مقررین نے عوام کو بتایا ہی نہیں ہے، جیسے اسلام کے ابتدائی دور میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں میں کتنی جنگیں لڑیں گئی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنی جنگوں میں شرکت فرمائی ہے۔ جنگ کے اسلامی اصول کیا تھے؟ اور کچھ جانکاری کے لیے تقابل ادیان پر بھی مقالات اہل علم حضرات تحریر کریں، جس سے نو خیز علما وائمہ کو بھی جانکاری ملے۔ جو کام آپ لوگوں نے شروع کیا ہے، اس کا اجر اللہ عطا فرمائے۔ یقیناً جو کام پہلے ہونا چاہیے تھا، وہ اب شروع ہوا ہے، لیکن الحمد للہ اس سے بہت فائدہ ہوا ہے، اور ہوتا رہے گا۔ ایک بار روشن مستقبل ٹیم کو صد مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اہل علم کی اور بالخصوص ''روشن مستقبل ٹیم'' کی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت فرمائے (آمین ثم آمین)

از: مولانا رضوان شمسی (علی گڑھ)

میں آپ کے اس کام سے بہت زیادہ مسرور ہوں۔ کاش پہلے ہی سے ہماری جماعت اہل سنت کے اکابر و ذمہ داران اس کی طرف توجہ کرتے تو جماعت اہل سنت کا بہت بڑا کام ہوتا۔ میری ناقص معلومات کے مطابق ادھر 10 یا 20 برس سے بہت سارے افراد جماعت اہل سنت سے نکل دوسرے مسلکوں کی طرف جو رخ کیے ہیں، اس کی ایک بڑی وجہ جمعہ واجلاس عام وخاص میں غیر مہذب طریقے کے وعظ و بیانات اور بے عمل مقرروں کی داداگیری رہی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو بہت نقصان ہوا ہے۔ جب ہم اور آپ جیسے لوگ ایسی گفتگو کرتے ہیں تو صلح کلی، اہل سنت سے خارج جیسے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ خیر آپ کا یہ اقدام بہت اچھا ہے۔ اس سے اہل سنت کو بہت فائدہ ہوگا۔ ایک چھوٹا سا مشورہ یہ ہے کہ اس گروپ میں اکثر ائمہ، نوخیز علما اور نو

آموز خطبا ہیں، لہٰذا ان کے لیے بھی کبھی کبھی کچھ ہدایات اور تبلیغ اسلام کے رہنما اصول وضوابط، انہیں اپنی ذمہ داری اور اہمیت کا احساس دلانے والی تحریریں بھی ارسال کی جائیں۔ اللہ پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے نظر بد سے آپ کی، ہماری اور سارے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے: آمین

از: مولانا ظہیر احمد مصباحی

اس کی ترکیب ہمارے ذہن میں یہ ہے کہ ہر مہینے ہمارے کئی تہوار آتے ہیں اور اس کی مناسبت سے جلسہ وجلوس بھی ہوتا ہے تو ان میں مقررین اور خطبا اپنے خطاب سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت حاضرہ کے پس منظر میں بیان کیا جائے تو کامیابی کے سو فیصد چانس ہیں۔ مولانا شاہد صاحب! میری رائے ہے کہ عوام میں دین سے دوری کا بڑھتا ہوا رجحان اور اس کے تدارک کا کوئی لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے۔ اگر اس کے اسباب پر نگاہ رکھ کر آہستہ آہستہ اس کو دور کرنے کی کوشش ہو تو اس کا بہت فائدہ ہوسکتا ہے، مزید یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے حوالہ سے گفتگو ہو، وجہ اس کی یہ ہے کہ حالات ہندوستان کے کچھ اسی طرح کے ہو گئے ہیں۔

از: مولانا امتیاز احمد اعظمی مصباحی (کھوپولی، مہاراشٹر)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خطبات جمعہ گروپ کے ایڈ مین حضرات اور دیگر وہ تمام حضرات جو خطبات کی تیاری میں حصہ لیتے ہیں، ہماری طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ حضرات بڑی جاں فشانی اور ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی کوششوں کو بارآور فرمائے، اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے: آمین ثم آمین یارب العٰلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

از؛ محمد احمد رضا برکاتی مصباحی (کرناٹک)

''روشن مستقبل ٹیم'' کے سارے رفقا کو اس اہم کام کو پہلے شروع کرنے، پھر اسے مسلسل جاری رکھنے پر صمیم قلب سے مبارک باد- گزارش ہے کہ بہت سے گھر آپسی غلط فہمیوں کی وجہ سے تباہ ہو رہے ہیں، اس لیے ''غلط فہمیوں سے دور رہنے اور مثبت سوچ (Positive thinking) پیدا کرنے پر'' مشتمل مستقبل میں کسی خطبے کا عنوان بھی ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ ڈھیر ساری دعائیں

از: مولانا ابونعمان امجدی

ما شاء اللہ ..... بہت ہی خوبصورت اور موقعہ کی مناسبت سے موضوع..... اور موضوع کا حق ادا کرتی ہوئی ستاروں سی روشن سطریں نظر نواز ہوئیں..... دوران مطالعہ محسوس ہوا کہ اس طرح کی تقریریں مسجد کے محرابوں تک ہی محدود نہ ہوں ..... بلکہ اسے معاشرہ میں رہنے والی ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والی عورت، لڑکی، ماں، بہن، بیٹی، بہو سب کو سنانی چاہئے۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ مولانا بلال نظامی صاحب کی فکر میں مزید جولانیت پیدا فرمائے۔ قلم کی نوک اور بھی تیز اور باریک فرمادے۔

قارئین کرام! یہ چند تبصرے ہم نے آپ کی نذر کیے ہیں۔ انھیں پڑھ کر آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس قدر روز بروز ''خطبات جمعہ'' کی مقبولیت علمائے اسلام وائمہ کرام کے مابین بڑھتی جارہی ہے۔ یہ سارا کام بلا طلب شہرت وبلا نام ونمائش محض رضائے الٰہی کے لیے ''روشن مستقبل'' (دہلی) کے علما انجام دے رہے ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ روشن مستقبل کے جملہ ممبران ومعاونین کو جملہ آفات سے محفوظ فرمادے، اور خوب خوب دین متین کی خدمت انجام دیتے رہنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے: آمین۔

☆☆☆

قومی مسائل

قسط سیزدہم

نہ ہو مایوس اے اقبال اپنی کشت ویراں سے

طارق انور مصباحی

{tariqueanwer313@gmail.com}

بھارتی مسلمانوں میں انقلابی فکر کے آثار وعلامات

اٹھ کہ بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق ومغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

بھارتی مسلمانوں میں بیداری لانے کے واسطے مختلف تنظیمیں کمان سنبھال چکی ہیں۔ یہ ایک خوش آئند اقدام ہے۔ زندہ قوموں کو اپنی زندہ ہونے کا احساس ہمہ وقت ہونا چاہئے۔ اپنے شخصی ترقی اور اپنی شخصیت کے فروغ وعروج کے لیے ہر کوئی کوشش کرتا ہے۔ انتہائی قابل مبارکباد ہیں وہ بلند ہمت افراد جو قومی فلاح وبہبود کے لیے تگ ودو کرتے ہیں اور قومی مستقبل کو روشن وتابناک بنانے کی فکر کرتے ہیں۔

جمہوری ممالک میں عام پبلک کا شعار ہے کہ وہ ارباب حکومت سے اپنے مطالبات منوانے کے واسطے احتجاج کرتے ہیں اور سڑکوں پر نکل آتے ہیں، یہ ایک وقتی مطالبہ ہوتا ہے۔ اہل حکومت اسے قبول ورد کا مکمل اختیار رکھتے ہیں۔ متعدد واقعات وحادثات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اب اس قسم کے احتجاج زیادہ فائدہ بخش ثابت نہیں ہو پا رہے ہیں۔ بھارت کے مسلمانوں نے طلاق ثلاثہ بل کی مخالفت میں احتجاج اور کانفرنسیں منعقد کیں، ریلیاں نکالی گئیں، لیکن اہل حکومت نے مطالبات کو تسلیم نہ کیا اور طلاق ثلاثہ بل 31: جولائی ۲۰۱۹ء کو پاس ہو گیا۔ احتجاج، ریلی اور کانفرنسوں میں قوت ضائع کرنا بے فائدہ نظر آتا ہے۔ اب پبلک مقامات سے قانونی مقامات کی طرف کوچ کیا جائے۔

قوانین اسمبلی اور پارلیامنٹ میں بنائے جاتے ہیں، لیکن ان دونوں مقامات پر ممبران وارکان کی کثرت وقلت کے اعتبار سے فیصلے ہوتے ہیں۔ اب اقلیتوں کے لیے آخری سہارا حکومتی کورٹس ہیں۔ کورٹ میں دلائل کی بنیاد پر فیصلے ہوتے ہیں۔ خاص کر ہندوستانی سپریم کورٹ کو دستور ہند (Constitution of India) کی توضیح وتشریح کا حق حاصل ہے۔

قوم مسلم کے لیے ہمدردانہ مشورہ یہ ہے کہ قوم مسلم اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طاعت وفرماں برداری اور دینی تعلیم کے حصول کے ساتھ مندرجہ ذیل تین امور کی طرف توجہ مبذول کرے:

(۱) معاشی حالات
(۲) دنیاوی تعلیم
(۳) سیاست وحکومت:

(۱) مسلمانوں کو اپنے معاشی حالات میں بہتری لانے کی ہر جائز وممکن کوشش کرنی چاہئے۔ دنیاوی ترقی کا سب سے بڑا وسیلہ دولت وثروت ہی ہے۔ اگر پیسے نہ ہوں تو نہ آپ اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلا سکتے ہیں، نہ ہی نسل جدید کو ترقی کی راہ پر لگا سکتے ہیں۔ تجارت وکاروبار ہو یا کوئی اور کام، ہر جگہ رقم کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ اگر پیسے نہ ہوں تو آپ صحیح ڈھنگ سے اپنا علاج بھی نہیں کرا سکتے۔ آج ہلکے پھلکے امراض میں ہزاروں روپے خرچ

ہوتے ہیں۔امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے مسلمانوں کی معاشی حالت کو درست کرنے کے واسطے ایک رسالہ بنام ''تدبیر فلاح ونجات'' تحریر فرمایا۔اس میں معاشی سدھار کے لیے متعدد نکات بیان فرمائے ہیں۔

(۲) ساری دنیا میں مغربی طرز تعلیم کے فروغ کے بعد ہر ملک میں حکومتی ملازمتیں عصری تعلیم یافتگان کے ساتھ مخصوص ہو چکی ہیں۔حکومت کے کسی شعبہ میں جوائننگ کے لیے عصری تعلیم کے سرٹیفکیٹ کا مطالبہ ہوتا ہے۔

اگر کوئی قوم حکومت کے ہر شعبہ سے غائب ہوتو وہ محکومی کی سزا ضرور پائے گی۔کسی بھی شعبہ میں اپنے مقاصد کی تحصیل کے لیے مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔بھارت میں یہ نظارہ قابل دید ہے۔

(۳) مسلم تعلیم یافتگان کا ایک طبقہ سیاست وحکومت میں دلچسپی پیدا کرے،اور اسمبلی و پارلیامنٹ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔

ملکی وریاستی قوانین پارلیامنٹ واسمبلی میں بنائے جاتے ہیں،اور ملک وریاست کے اہم فیصلے انہی مقامات پر ہوتے ہیں۔

بھارتی حکومت کے تین بڑے حصے ہیں:

(۱) مقنّنہ (Legislative)

(۲) منتظمہ (Executive)

(۳) عدلیہ (Judiciary)

مجلس مقنّنہ یعنی اسمبلی و پارلیامنٹ کے ساتھ حکومت کی مجلس منتظمہ اور عدلیہ میں بھی معتد بہ مقدار میں مسلمانوں کی شمولیت ہونی چاہئے۔فوج کے تینوں حصوں بریہ (Army)،بحریہ (Navy) اور فضائیہ (Air Force) میں بھی مسلمانوں کو حصہ لینے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اسمبلی (Assembly) اور پارلیامنٹ (Parliament) کے الیکشن (Election) میں بھی امیدوار (Candidate) بن کر قسمت آزمائی کرنی چاہئے۔اگر قوم مسلم اپنے مستقبل سے بے توجہ رہی تو خدشہ ہے کہ انہیں سیکنڈ درجے کا شہری بنا دیا جائے ،پھر انہیں ملک میں غلاموں کی طرح زندگی گزارنی ہوگی۔

ہمارے مخالفین طویل مدت سے منصوبہ سازی کررہے ہیں کہ مسلمانوں سے انتخابات میں ووٹ دینے کا حق چھین لیا جائے۔قومی رہنماؤں کو قومی مستقبل کی فکر کرنا انتہائی ناگزیر ہو چکا ہے۔خیر وشر سے متعلق ہمیں غور وفکر کرنا ہوگا۔یہ دیکھ کر خوشی محسوس ہوتی ہے کہ اب مسلمانوں میں بیداری پیدا ہورہی ہے۔علمائے کرام کی نسل جدید بھی ان امور کی جانب مائل ہورہی ہے۔

مسلم سیاسی پارٹیوں کو قوت دی جائے۔موجودہ حالات میں بیرسٹر اسدالدین اویسی کی پارٹی کو سپورٹ کرنا مفید ہے۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں صدائے قلندرانہ

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
پھر تجھ سے کام لیا جائے گا دنیا کی امامت کا

پڑوسی ملک پاکستان کے وزیراعظم مسٹر عمران خاں نے اسی نکتہ نظر کو ملحوظ خاطر رکھا اور تحفظ ناموس رسالت کی صدا اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں بلند کی۔وہ ایسی مجلس ہے کہ دنیا کے تمام ممالک اس کے ممبر ہیں۔وہاں دنیا کے اہم امور پر بحث ہوتی ہے اور پھر فیصلے ہوتے ہیں۔ایسے مقامات پر کسی مسئلہ کو پیش کرنے سے اس کے حل کی امید کی جاسکتی ہے۔

27: ستمبر ۲۰۱۹ء بروز جمعہ امریکہ کے شہر نیویارک میں اقوام متحدہ کی 74:ویں جنرل اسمبلی منعقد ہوئی۔مسٹر عمران خاں نے اپنے بیان میں ناموس رسالت اور اسلاموفوبیا پر عمدہ بیان دیا۔

عہد حاضر میں مسلمانوں کو مغربی ماحول میں ڈھالنے اور انہیں ماڈرن مسلمان بنانے کی زبردست کوشش ہورہی ہے۔

ایسے ماحول میں ممالک عالم کے سربراہان ونمائندگان کے سامنے یہ بیان دینا یقیناً ہمت وجرأت کا کام ہے،جو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔اس بیان میں مسٹر عمران خاں نے چار نکات بیان کیے۔

تیسرا نکتہ اسلاموفوبیا اور ناموس رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیجا تنقید سے متعلق تھا۔

تیسرے نکتہ کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

تحفظ ناموس رسالت کی انوکھی کاوش

ترجمہ: میرا تیسرا نکتہ نظر اسلاموفوبیا ہے۔اس وقت دنیا میں تقریباً ایک عرب تیس کروڑ مسلمان آباد ہیں۔مسلمان دیگر ممالک مثلاً یورپی یونین اور دوسرے ممالک میں اقلیتوں کی حیثیت سے آباد ہیں۔نائن الیون کے بعد اسلاموفوبیا میں خطرناک تیز رفتاری سے اضافہ ہوا ہے۔انسانی برادریاں ایک ساتھ رہا کرتی ہیں۔ان کو ایک دوسرے کو سمجھنا چاہئے،لیکن اسلاموفوبیا کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے دور ہوتے جارہے ہیں۔

اگر مسلمان خواتین حجاب پہنتی ہیں تو کچھ ممالک میں اس کو بھی مسئلہ بنادیا گیا ہے۔حجاب کی حیثیت کیا ایک ہتھیار کی سی ہے؟

کچھ ممالک میں خواتین اپنے کپڑے اتار سکتی ہیں،مگر وہ کپڑے پہن نہیں سکتیں۔یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ صرف اسلاموفوبیا کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اسلاموفوبیا کا آغاز کیسے ہوا؟ اس کا آغاز نائن الیون کے بعد ہوا،اور یہ کیوں ہوا؟اس کا آغاز اس لیے ہوا کہ کچھ مغربی لیڈروں نے دہشت گردی کو اسلام سے جوڑا،اور اسلامی دہشت گردی اور انتہا پسند اسلام جیسی اصطلاحیں استعمال کی گئیں۔انتہا پسند اسلام ہے کیا؟اسلام تو صرف ایک ہی ہے،اور وہ ہے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسلام،جس کی ہم پیروی کرتے ہیں۔اس کے علاوہ اور کوئی اسلام نہیں ہے۔

آپ انتہا پسند اسلام جیسی اصطلاحوں سے مغربی ممالک کے لوگوں کو کیا پیغام دے رہے ہیں؟ایک ایسا شخص جو نیویارک میں زندگی گزار رہا ہو،وہ کیسے جان سکتا ہے کہ انتہا پسند اسلام اور اعتدال پسند اسلام میں کیا فرق ہے؟

دہشت گردی کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔اسلامی دہشت گردی اور انتہا پسند اسلام جیسی اصطلاحیں،جس کا استعمال اہم لیڈران کرتے ہیں،وہ بنیادی وجہ ہے،جو اس اسلاموفوبیا کی بنیاد ہے،اور اس سے مسلمانوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔جب ہم مغربی ممالک کا رخ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ یہ صورت حال بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔

جناب صدر! کیا میں کہہ سکتا ہوں کہ یوروپی ممالک میں مسلمانوں کو کمزور کیا جارہا ہے۔ہم سب کو معلوم ہے کہ جب آپ کسی خاص طبقے کو کمزور کرتے ہیں تو اس سے انتہا پسندی جنم لیتی ہے۔شام اور دیگر علاقوں میں بہت سے عسکریت پسندوں کا تعلق ان طبقات سے ہے جن پر ظلم کیا گیا ہے۔میں کہنا یہ چاہتا ہوں کو ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا چاہئے۔

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم مسلمان سربراہوں نے بھی یہ مسئلہ حل نہیں کیا۔نائن الیون کے بعد جب انتہا پسند اسلام کے بارے میں سوچا جانے لگا تو بجائے اس کے کہ ہم مغربی دنیا کو بتاتے کہ انتہا پسند اسلام ایک افسانہ ہے۔ہر معاشرے میں انتہا پسند ہوتے ہیں اور اعتدال پسند بھی ہوتے ہیں۔

عیسائیوں،یہودیوں،ہندوؤں،ہر معاشرے میں انتہا پسند اور اعتدال پسند موجود ہوتے ہیں،مگر اس کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ کوئی مذہب،چاہے وہ اسلام ہو،یہودیت ہو،عیسائیت ہو،یا ہندومت ہو،وہ انتہا پسندی سکھاتا ہے۔ہر مذہب کی تعلیم محبت ورواداری اور انصاف ہے۔یہی چیز ہمیں جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔بدقسمتی سے مسلمان رہنماؤں کو اس بات کا بڑا خوف تھا کہ ان کو انتہا پسند مسلمان کہا جائے گا،لہٰذا انہوں نے اعتدال پسند بننے کی کوشش کی۔

ہمارے ملک پاکستان میں بھی حکومت نے روشن خیالی جیسی اصطلاح ایجاد کی۔کسی کو نہیں معلوم کہ اس کا مطلب کیا ہے؟وہ سمجھتے ہیں کہ شاید جو مغربی لباس زیب تن کرتا ہو،وہی روشن خیال ہوتا ہے۔اگر کسی کو انگریزی نہیں بھی آتی تو وہ انگریزی بولنے کی کوشش کریں گے،کیوں کہ اسی طرح وہ روشن خیال تصور کیے جائیں گے۔یہ کیا تھا؟ایسا کیوں ہوا؟یہ اس لیے ہوا کہ ہم مسلمانوں نے مغربی دنیا کو یہ بتانے کی کوشش ہی نہیں کی کہ انتہا پسند اسلام کا کوئی وجود ہی نہیں۔

نائن الیون کے بعد اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے کی ایک وجہ دہشت گرد حملے تھے، کیوں کہ نائن الیون کو جن دہشت گردوں نے حملہ کیا، وہ خود کش بمبار تھے۔ مسلمانوں کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اس لیے خود کش حملے کرتے ہیں کہ ان کا ایمان ہے کہ اس طرح ان کو جنت میں اعلیٰ مقام ملتا ہے۔

یہ کیا عجیب وغریب بات ہے۔ مسلمانوں کی جانب سے خود کش حملوں کو دہشت گردی کہا گیا، مگر کسی نے یہ تحقیق نہیں کی کہ نائن الیون سے قبل دنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ خود کش حملے تامل ٹائیگرس نے کیے، جو کہ ہندو تھے، مگر اسی بنیاد پر کسی نے ہندو مت کو دہشت گردی کا مذہب نہیں کہا، اور یہ صحیح بھی تھا، کیوں کہ ہندو مت کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ شری لنکا میں ان لوگوں نے کیے، جن کے لیے جینا عذاب بن گیا تھا۔

دوسری جنگ عظیم کے موقع پر جاپانی پائلٹوں نے امریکی بحری جہازوں پر خود کش حملے کیے، تو اس وجہ سے کسی نے بدھ مت پر دہشت گردی کا الزام نہیں لگایا۔

مسلمانوں نے اپنے آپ کو روشن خیال اور اعتدال پسند ثابت کرنے کی کوشش تو کی، مگر مغرب کو اصل حقائق سے آگاہ نہیں کیا، لہٰذا میں سمجھتا ہوں کو اسلاموفوبیا پر مغرب کو بتانا بہت ضروری ہے، کیوں کہ میں مغرب میں بہت سال رہا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ مغربی لوگ مذہب کو اس نظر سے نہیں دیکھتے کہ جس نظر سے ہم مذہب کو دیکھتے ہیں، اور یہ کہ اسلام کے بارے میں ان کی غلط فہمی کیسے پیدا ہوئی؟

۱۹۸۹ء میں ایک کتاب شائع کی گئی، جس میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی گئی، جس سے مسلم دنیا میں ردعمل آیا، مغرب کو اس مسئلے کی سمجھ ہی نہیں آئی، کیوں کہ مغرب میں مذہب کو بالکل مختلف نکتہ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ ہماری طرح مذہب کو نہیں دیکھتے۔ اسلام کو عدم برداشت کا مذہب سمجھا گیا۔

یہ مسئلہ وہاں سے شروع ہوا، اور پھر ہر دو تین سال بعد کوئی اور سامنے آتا ہے، اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے، جس پر مسلمان دنیا سے ردعمل آتا ہے، اور اس طرح اسلام کے بارے میں عدم برداشت کا تاثر پھیلتا جا رہا ہے۔

میں مغرب میں ایک خاص طبقے کو اس ضمن میں ذمے دار سمجھتا ہوں، جو جان بوجھ کر اس قسم کی مضبوط کوششیں کرتا ہے، جب کہ ان کو معلوم ہے کہ اس سے کیا اثرات پیدا ہوں گے۔ مغربی دنیا کی اکثریت کو اس کی سمجھ ہی نہیں ہے اور اس سلسلے میں مسلمان رہنماؤں نے مسلمانوں کو رسوا کیا ہے۔ ہمیں ان کو بتانا چاہئے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمارے لیے کیا حیثیت ہے؟

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمارے دلوں میں کتنی محبت ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری مقدس کتاب قرآن پاک کے گواہ تھے۔ اور قرآن مسلمانوں کی رہنمائی کرتا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی قرآن کا عملی نمونہ ہے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ریاست مدینہ قائم کی، جو دنیا کی تاریخ کی پہلی فلاحی ریاست تھی، اور یہی ریاست مسلمانوں کی تہذیب وتمدن کی بنیاد بنی، جو سات سو سالوں تک دنیا کی عظیم الشان تہذیب رہی، اور وہ ریاست تھی کیا؟ میں اسلام کے بارے میں عجیب وغریب باتیں سنتا ہوں کہ یہ خواتین کے خلاف ہے، یہ اقلیتوں کے خلاف ہے۔ اسلام نے مدینہ میں جس ریاست کی بنیاد رکھی، وہ دنیا کی تاریخ کی پہلی فلاحی ریاست تھی۔ یہ وہ ریاست تھی، جس نے پہلی دفعہ ناداروں، بیواؤں، یتیموں اور معذوروں کی ذمہ داری لی۔ امیروں سے ٹیکس وصول کیا اور غریبوں پر خرچ کیا۔

ریاست نے اعلان کیا کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ رنگ ونسل کی بنیاد پر ایک کو دوسرے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ غلام کو آزاد کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔

اس زمانے میں پورے معاشرے کی بنیاد غلامی پر تھی، مگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انسانیت کو غلامی سے آزاد کرنے کے لیے عملی اقدامات فرمائے۔

آپ نے اعلان فرمایا کہ غلاموں کو بھی برابر کا شہری سمجھا جائے۔یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں میں غلام بھی بادشاہ بنے۔مصر اور ہندوستان میں غلاموں نے بادشاہی کی اور پھر اقلیتوں کے ساتھ انتہائی اچھا برتاؤ کیا۔اسلام کے بارے میں یہ تاثر غلط ہے کہ مسلمان اقلیتوں کا خیال نہیں کرتے۔نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو تحفظ دیا جائے،آپ نے اعلان فرمایا کہ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں۔رنگ ونسل کی بنیاد پر انسانوں میں کوئی تفریق نہیں۔میں ہمیشہ اس کیس کی مثال دیتا ہوں کہ اسلام کے چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،جو سربراہ مملکت تھے،ایک یہودی سے مقدمہ ہارے تھے۔

سب سے پہلے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر تھے۔قانون سے کوئی بالاتر نہیں تھا،دوسری بات یہ کہ ریاست مدینہ میں یہودی بھی برابر کے شہری تھے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب مسلمان معاشرہ اقلیتوں کے حقوق سلب کرتا ہے تو وہ اسلام اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات سے روگردانی کرتا ہے،لہٰذا یہ بہت اہم ہے کہ یہ سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے دلوں میں رہتے ہیں،تو جب ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی جاتی ہے تو ہمارے دلوں کو درد پہنچتا ہے،اور ہمیں اس بات کا علم ہے کہ دل کا درد طبعی درد کے مقابلے میں بہت اذیت ناک اور دردناک ہوتا ہے،یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں سے ردعمل آتا ہے۔

میں نے ہمیشہ سے یہ تصور کیا کہ جب بھی مجھے موقع ملے گا تو میں دنیا کو بالخصوص مغربی دنیا کو بتانے کی کوشش کروں گا،کیوں کہ مغربی دنیا میں لوگوں کو علم بھی نہیں کہ یہ کتنا حساس معاملہ ہے۔

جب میں ایک نوجوان کی حیثیت سے انگلینڈ گیا تو اس زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایک کامیڈی فلم بنائی گئی تھی،مگر مسلمان معاشرے میں ایسی چیزوں کا سوچا بھی نہیں جا سکتا،لہٰذا ہمیں بتانے کی ضرورت ہے کہ ان چیزوں سے کیسے مسلمانوں کے دلوں کو دکھ پہنچتا ہے۔

مغربی معاشروں میں یہودیوں کے قتل عام (ہولوکاسٹ) کے بارے میں بڑی حساسیت پائی جاتی ہے،اور ہونی بھی چاہئے،کیوں کہ جن چیزوں سے ان کے دلوں کو دکھ پہنچتا ہے،ان کے بارے میں حساسیت ہونی چاہئے،مگر یہی جذبات مسلمانوں کے بارے میں بھی ہونے چاہئے۔اظہار رائے کی آزادی کے بہانے ایسا کام نہ کیجیے کہ جس سے ہمارے دلوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور بے حرمتی ہرگز نہ کیجیے۔بس ہم صرف اتنا ہی مطالبہ کرتے ہیں۔(ختم شد)

ان شاء اللہ تعالیٰ مسٹر عمران خاں کا درج ذیل جملہ تاریخ کے سنہرے اوراق میں تا قیامت محفوظ رہے گا:

<u>Our Prophet (PBUH) lives in our hearts.</u>

(ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے دلوں میں رہتے ہیں،اور جب ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی جاتی ہے تو ہمارے دلوں کو درد پہنچتا ہے)

پاکستانی وزیراعظم مسٹر عمران خاں نے بتایا کہ ۱۹۸۹ء میں ایک کتاب لکھی گئی تھی،جس میں مذہب اسلام کو دہشت گردی سے منسوب کیا گیا تھا،پھر نائن الیون کے بعد تو زبردستی دہشت گردی کا الزام مذہب اسلام کے سر تھوپ دیا گیا۔

گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر خودکش حملے جہازوں کے ذریعہ ہوئے تھے۔اس کے مجرمین کا صحیح تعین آج تک نہیں ہو سکا،لیکن یہ الزام مسلمانوں کے سر تھوپ دیا گیا۔

☆☆☆

دبستانِ ہفت رنگ

(مکتوبات وتاثرات،فکری تحاریر ومختصر مقالات کے لیے مستقل کالم)

’’مصنف اعظم نمبر‘‘اپنی مثال آپ ہے

از: مولانا محمد اشرف رضا قادری

مدیر اعلیٰ: سہ ماہی امین شریعت (بریلی شریف)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی عمر کے ۶۸: سال میں سے پچاس سال کی کتاب زندگی مختلف کاموں میں مصروف نظر آتی ہے۔عائلی زندگی،تصنیف وتالیف،افتا،قضا،حالات زمانہ پر گہری نظر،عالمی مسائل پر دقت نظر،باطل افکارونظریات پر باریک بینی اورامت مسلمہ کی فلاح و بہبودی کی خاطر کوشش وکاوش ودیگر خدمات عظیمہ۔یہ معمولی باتیں نہیں ہیں کہ ان سے صرف نظر کرلیا جائے۔اس ذات گرامی نے دین ومذہب پر ہونے والے ہر قسم کے حملوں کوروکا،اورجیسی ضرورت پیش آئی،ویسا دنداں شکن جواب دیا کہ ایوان باطل لرزہ براندام ہوگیا۔

راقم کی نظر سے کسی اسلامی میگزین میں یہ واقعہ گزرا کہ حضرت شیر بیشہ اہل سنت پیلی بھیتی علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی حضرت محبوب ملت علامہ محبوب علی خاں علیہ الرحمہ سخت بیمار پڑ گئے۔حضور سید العلما مارہروی علیہ الرحمہ عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔حضرت محبوب ملت نے ایمان پر خاتمہ کی دعا کرنے کی درخواست کی۔حضرت سید العلما علیہ الرحمہ نے دل کی گہرائی سے دعا فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:’’مولانا!مقرروں کی زندگی کی بقا آخری سانس تک ہے،اوراہل قلم بعد انتقال بھی اپنی تحریروں سے زندہ رہتے ہیں‘‘۔

سیدنا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی زندگی کا ایک دوروہ بھی گزرا ہے کہ زمانے کی ستم ظریفی اوراپنوں کی بے اعتنائی نے گمنامی کی دبیز چادرتان دی تھی،لیکن حقائق کب تک پردوں میں مستور رہ سکتے ہیں۔ایک وقت آیا کہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا چرچا ہرطرف ہونے لگا۔آپ کی علمی شان وشوکت،فکر صالح،تحقیق وتدقیق کا ملکہ راسخہ،پچاس سے زائد علوم وفنون پر دسترس ومہارت پر آپ کی ہزار سے زائد تصانیف شاہد عدل ہیں۔اگر تصانیف کا وجود نہ ہوتا تو ہم یہ ثابت بھی نہیں کرپاتے کہ امام احمد رضا اتنے علوم وفنون پر کامل مہارت رکھتے تھے۔

نبیرۂ صدرالشریعہ حضرت علامہ مفتی فیضان المصطفےٰ قادری (چیف ایڈیٹر: ماہنامہ پیغام شریعت: دہلی)اوران کے احباب نے اپنے ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کی جانب سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ القوی کے علوم وفنون سے متعلق صد سالہ عرس رضوی کے پر بہار موقع پر ایک ضخیم نمبر شائع فرمایا ہے۔جو’’مصنف اعظم نمبر‘‘کے نام سے شہرت یافتہ ہے۔یہ مجموعہ اپنی مثال آپ ہے۔آج تک کسی ایک کتاب یا رسالے میں امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کے تمام علوم وفنون پر تحقیقات پیش نہیں کی گئی تھیں۔یہ خاص فضیلت وامتیاز اسی نمبر کو حاصل ہوئی۔

اس نمبر میں لوح وقلم کے شہسواروں کی باعظمت تحریریں بھی ہیں اورعلمائے اہل سنت وجماعت ومشائخ دین وملت کے گراں قدر تاثرات بھی۔ہر مضمون تحقیق ونکات کے عمدہ جلووں سے آراستہ ہے۔اس طرح ایک بےنظیر مجموعہ وجود میں آیا: فالحمد للہ علیٰ ذلک

میں تحریک امین شریعت (چھتیس گڑھ)اورخانقاہ امین شریعت (بریلی شریف) کی جانب سے ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کے ارباب انتظام وجملہ احباب ومتعلقین کودل کی گہرائیوں سے مبارک بادی پیش کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ اس عظیم خدمت کوقبول فرمائے (آمین)

امام احمد رضا کی عبقریت

تحریر: مفتی محمد اسلم رضا تحسینی میمنی (دبئ)

امام احمد رضا اپنے زمانے کے مجدّدِ اعظم ہیں۔ آپ کی ہمہ گیر شخصیت ہر زاویے سے بے نظیر و بے مثال ہے۔ ہیئت، ہندسہ، توقیت ومساحت، جبر ومقابلہ، مثلّثِ کروی، مثلّثِ مسطّح، غرض کہ اپنی صدی کے جملہ علوم وفنون میں وہ نہ صرف یکتائے روزگار، بلکہ فقید المثال نظر آتے ہیں۔ امریکی منجم نے جب تمام سیارگان کے اجتماع کی بنیاد پر قیامت کی پیش گوئی کی، تو اسی بطلِ جلیل امام احمد رضا نے "علمِ ہیئت" کی رُو سے، اس منجم کی بنیاد اجتماعِ سیارگان کو منتشر کر کے رکھ دیا۔

جب دنیا کے آباد اور غیر آباد حصّوں کی بات آئی، تو بذریعہ مثلّثِ کروی ہر خشک وتر، دشت وجبل اور صحرا وجنگل میں سمتِ قبلہ سے متعلق، ایسے ضابطے بیان فرمائے، کہ ایک مستقل کتاب بنام "کشف العلّۃ عن سَمت القبلہ" وجود میں آ گئی۔

آپ نے بذریعہ زیج علویین (زحل ومشتری) کے چار 4 قِرانوں میں سے قرانِ اعظم کی بنیاد پر، قربِ قیامت کی پیشین گوئی بھی فرمادی۔ یہی وہ کمالات تھے جن کے سبب آپ کی صدی کے بڑے بڑے جابر آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوئے۔

سب یہ صدقہ ہے عرب کے جگمگاتے چاند کا   نام روشن اے رضا! جس نے تمہارا کر دیا

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

امام اہلِ سنّت نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ بھی کیا، جو عالمِ اسلام میں "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے مشہور ہے۔ اس ترجمہ کو اب تک انگریزی (میں تین 3: بار)، ہندی، سندھی، گجراتی، ڈچ، بنگلہ اور پشتو زبانوں میں ڈھالا جا چکا ہے۔

فقہ وفتاویٰ میں فتاویٰ رضویہ

یہ فتاویٰ ابتداءً جہازی سائز کی بارہ 12: جلدوں میں، دس ہزار سے زیادہ صفحات پر مشتمل تھے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ (لاہور) سے ان فتاویٰ کے حوالہ جات کی تخریج، اور عربی وفارسی عبارات کے ترجمے کا اہتمام کیا گیا، یہاں تک کہ تیس 30 ضخیم جلدوں میں تقریبًا بائیس ہزار 22000 صفحات پر، 6847 سوالات کے جوابات موجود ہیں، جس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے، اور ہو رہے ہیں، والحمد للہ۔ اس ایڈیشن میں ۲۰۶ رسائل شامل ہیں، اور اس ایڈیشن کا سہرا مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی اور آپ کی پوری ٹیم کے سر ہے۔

یہاں ایک ضروری بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ ہمارے "ادارہ اہل سنّت کراچی" سے 22: جلدوں والے جدید ایڈیشن میں تقریباً سو 100: فتاویٰ ایسے شامل کیے گئے ہیں، جو اِس سے پہلے "فتاویٰ رضویہ" کے ساتھ کبھی شائع نہیں ہوئے، اور مزید 16: وہ رسائل بھی شامل ہیں جو پہلی بار "فتاویٰ رضویہ" کے اس ایڈیشن کے ساتھ طبع ہوئے ہیں۔

حدائقِ بخشش (نعتیہ دیوان)

سیّدی اعلیٰ حضرت کا نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" اردو نعتیہ شاعری کا ایک اہم سنگ میل ہے، جس نے اپنے بعد آنے والے تمام نعت گو شعرا کو ادب واحترام اور تعظیم کا راستہ دکھایا، اور اس کی نعتیں آج بھی ہند وپاک وغیرہ میں سب سے زیادہ مشہور ومعروف ہیں۔

حدائقِ بخشش کا قصیدہ سلامیہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام   شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اطرافِ عالَم میں جہاں جہاں اردو سے واقفیت رکھنے والے پائے جاتے ہیں، وہاں بہت ہی مشہور اور مقبولِ خاص وعام ہے، اس کا انگریزی ترجمہ پروفیسر غیاث الدّین مرحوم (U.K) نے کیا۔ اس کا منظوم عربی ترجمہ فاضلِ جلیل ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے کیا ہے۔

عالمِ عرب میں آپ کی مقبولیت

یوں تو عالمِ عرب میں امام احمد رضا کا پہلا تعارُف اس وقت ہوا، جب وہ 1295 ہجری بمطابق 1878 عیسوی میں اپنے والدِ ماجد علاّمہ مفتی نقی علی خان قادری کے ہمراہ، پہلی بار حج بیت اللہ کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ اس موقع پر حرمِ مکّہ مکرّمہ کے امامِ شافعیہ، اور وقت کی عظیم شخصیت حضرت مفتی سیّد حسین بن صالح جمل اللیل مکّی (متوفّٰی 1305 ہجری بمطابق 1887 عیسوی) نے بغیر کسی سابقہ تعارُف کے (مسجدِ حرام میں بعد نمازِ مغرب) امام احمد رضا کا ہاتھ پکڑا، اور ان کی پیشانی دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے: ''میں اس پیشانی میں اللہ تعالیٰ کا نور دیکھ رہا ہوں''۔

امام اہل سنت کے اس پہلے سفر کے موقع پر آپ کی علمی بصیرت کو دیکھتے ہوئے شیخ حسین بن صالح کے علاوہ، مفتی شافعیہ سیّد احمد زَینی دَحلان (متوفّٰی 1299 ہجری بمطابق 1881 عیسوی)، مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی (متوفّٰی 1301 ہجری بمطابق 1883 عیسوی) اور دیگر اکابر علمائے کرام نے تفسیر، حدیث اور علم فقہ وغیرہ میں آپ کو اجازات واَسانید سے نوازا۔

امام اہل سنت کی عربی تصانیف نے علمائے اسلام، خصوصاً علمائے عرب میں ان کے علمی وقار، اور فقہ وحدیث اور علومِ اسلامیہ میں آپ کے بلند مقام کو رُوشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔

امام اہل سنت نے ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں دوسری بار حج کی سعادت پائی، پھر مصطفٰے جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ایک ماہ تک مدینہ طیبہ میں رہ کر بارگاہِ رسالت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ مکّہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ کے بڑے بڑے علمائے کرام نے آپ کے علمی کمالات، اور دینی خدمات سے متاثر ہوکر، آپ کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل کیا، اور آپ کو اپنا استاد وپیشوا مانا، یوں آپ کی بہت پذیرائی ہوئی۔

آپ ہی وہ عظیم عبقری شخصیت ہیں، جن پر دنیا بھر کے تقریباً دو2: درجن سے زائد لوگ ڈاکٹریٹ (P.H.D) کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں، اور کئی حضرات آج بھی مختلف جامعات (Universities) میں امام اہلِ سنّت پر ایم، فل (M.PHIL) اور پی، ایچ، ڈی (P.H.D) کر رہے ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں چند دہائیوں میں شاید ہی کسی شخصیت پر اس قدر کثرت سے تحقیقی کام ہوا ہو۔ آپ نے پوری زندگی شریعتِ محمدیہ کی پَیروی اور سنّتِ مصطفیٰ کی ترویج واشاعت میں بسر کی۔ اس کا صلہ یہ ہے کہ آج عالَم میں ہر سُو آپ کا اور آپ کی علمی خدمات کا چرچا ہو رہا ہے۔ آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے، جنہیں اہلِ علم ودانش کبھی فراموش نہیں کرسکتے۔

مسلم مسائل کے لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کاوشیں

ازقلم: مفتی سید شہباز اصدق چشتی: دارالعلوم قادریہ غریب نواز (ساؤتھ افریقہ)

تیرہویں صدی کے اواخر سے اب تک جس عظیم وعبقری شخصیت کے علم وفضل اور بصیرت وبصارت کا پھریرا چہار دانگ عالم میں لہرا رہا ہے، اس عظیم وعبقری شخصیت کا نام نامی اسم گرامی مجدد دین وملت، اعلی حضرت، امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کا سینہ علوم ومعارف کا خزینہ اور دماغ فکر وشعور کا گنجینہ تھا۔ علم وفن کی کوئی جہت ایسی نہیں، جس پر آپ

کو مکمل دسترس حاصل نہ ہو۔ فاضل نوجوان حضرت مولانا طارق انور مصباحی صاحب زید مجدہ کی تازہ ترین تحقیق کے مطابق اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو 562: علوم وفنون پر دسترس حاصل تھی۔ اس مقام پر یہ کہنا پڑتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو علم لدنی اور فیض سماوی سے نواز کر دنیا کے لیے آیت من آیات اللہ بنا دیا تھا۔ ماہر رضویات حضرت پروفیسر مسعود احمد مجددی صاحب علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت کی پہلو دار شخصیت کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد اپنا حاصل مطالعہ ان الفاظ میں رقم فرمایا ہے۔ چشم سرور سے پڑھیے۔

''سچ تو یہ ہے کہ وہ معاصرین کو دیے جانے والے تمام القاب کے جامع ہیں۔ وہ امام ربانی بھی ہیں۔ وہ شیخ الہند بھی ہیں۔ وہ سحبان الہند بھی ہیں۔ وہ امام الہند بھی ہیں۔ وہ حکیم الامۃ بھی ہیں۔ وہ رئیس الاحرار بھی ہیں۔ وہ شاعر مشرق بھی ہیں، اور وہ شیخ الاسلام بھی ہیں۔ بیک وقت بہت کچھ تھے''۔ [حرف آغاز۔ اکرام امام احمد رضا]

بلا شک وریب اللہ تبارک وتعالی نے امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے سر پر تجدید کا تاج زریں سجا کر انہیں امت محمدیہ کا قائد ورہنما بنایا تھا، اس لیے آپ کے اندر قیادت کی تمام صلاحیت بتمام وکمال موجود تھی۔ مذہبی مسائل سے لے کر سیاسی مسائل تک ہر مرحلے میں آپ نے امت مسلمہ کی کامیاب قیادت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ امام احمد رضا کی دینی خدمات تو مثل آفتاب روشن ہے ہی۔ مسلمانوں کے سیاسی مسائل کے حوالے سے بھی آپ کی بیداری اور کوشش بے مثل رہی ہے۔

ذیل میں ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین رضوی علیہ الرحمہ کا بیان ملاحظہ کیجیے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کی فلاح وبہبود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا عظیم ترین مقصد تھا اور وہ کسی کی پرواہ کیے بغیر اس مقصد کے حصول کے لیے ہر ممکن جدوجہد کیا کرتے تھے۔ جو ایک عظیم قائد اور کامیاب رہبر کی علامت ہے۔ ملک العلما لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا دل وجان سے مسلمانوں کی خیر خواہی چاہتے تھے۔ ہمیشہ اس کے لیے دعا فرمایا کرتے اور وقت ضرورت مالی امداد سے بھی دریغ نہ فرماتے تھے۔ جس وقت جنگ روس وروم کی نمو داری ہوئی، اعلیٰ حضرت کا عنفوان شباب تھا۔ صرف ہندوستان ہی نہیں، بلکہ ساری دنیا ترکوں کے ساتھ تھی۔ اس وقت ترکوں کی اعانت کے لیے جو چندہ بریلی میں ہوئے تھے، اس میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اور ان کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب رحمہ اللہ علیہما کا بہت بڑا حصہ تھا جو کسی دوسرے مولوی کا نہ تھا، بلکہ دنیا داروں میں بھی ایسی مثال نہیں ملیں۔

اسی طرح جب روم ویونان میں جنگ کا اعلان ہوا تو حضرت ابوالوقت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ ہدایت رسول صاحب ابو الحسینی رضوی لکھنوی جو اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم تھے، یعنی اعلیٰ حضرت کے خیالات واعتقادات وارشادات کو اپنے مواعظ حسنہ وتحریرات فصیحہ وبلیغہ سے ظاہر فرمایا کرتے تھے، انھوں نے ممبئی کے ایک اخبار ''مسلم ہیرالڈ'' میں مسلسل مضمون ترکی کے ''سلطان المعظم'' کی حمایت میں لکھنا شروع کیے اور اپنے وعظوں اور نجی گفتگوؤں میں بھی سلطان المعظم کی مدحت وثنا فرمایا کرتے۔

یہ سب اعلیٰ حضرت ہی کے خیالات تھے جو ان کی زبان وقلم سے ظاہر ہوتے تھے جو ''اخبار وطن'' لاہور میں شیدائے سلطان المعظم، مولوی ان شاء اللہ مرحوم کے ملاحظہ کرنے والوں سے مخفی نہیں۔

اسی طرح جب ۱۳۳۱ھ میں اٹلی نے طرابلس الغرب پر حملہ کر دیا، اس سے ساری دنیائے اسلام میں یورپ کے خلاف رنج وغم کی لہر دوڑ گئی اور ہر شخص بقدر حیثیت اس میں حصہ لینے لگا۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بریلی تشریف لائے اور مسلمانان بریلی کو اس کی طرف متوجہ فرمایا۔ ان دنوں ''مسجد بی بی جی'' میں جہاں اعلیٰ حضرت کا مدرسہ منظر اسلام تھا، مسلمانان اہل سنت بریلی کا اجتماع ہوا اور

حضرت مولانا نے پرزور تقریر فرمائی تو اعلی حضرت امام اہل سنت نے اپنی طرف سے مبلغ پانچ سو روپیہ عطا فرمائے، پھر کیا تھا چندوں کی بارش شروع ہوگئی اور موسلا دھار بارش کی کیفیت ظاہر ہوئی۔ تیرہ ہزار روپے جمع ہو گئے۔[امام احمد رضا اور جدید افکار ونظریات۔ص۲۰۳]

درج بالا اقتباس کا حرف حرف اس بات پر شاہد ہے کہ امام احمد رضا ایک بیدار مغز رہبر اور ملی مفاد کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے والے سچے قائد تھے۔ دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ایک تو ایمانی طاقت اور دوسری اقتصادی ومعاشی قوت۔امام احمد رضا نے امت مسلمہ کو ان دونوں قوتوں سے لیس رہنے کی تلقین فرمائی۔ نہ صرف تلقین کی، بلکہ اس حوالے سے کوشش فرمائی۔امت مسلمہ کے قومی مسائل کے حل وعقد کے لیے آپ نے ایک جامع لائحۂ عمل تیار فرمایا۔ جو یقیناً اپنے اندر انقلابی طاقت رکھتا ہے۔

اعلی حضرت قدس سرہ العزیز کے مرتب کیے ہوئے اس لائحۂ عمل میں مذکور تمام تجاویز کو یہاں ذکر کرنا طوالت کا باعث ہے۔اس لیے ہم یہاں اس لائحۂ عمل کا ابتدائیہ درج کرتے ہیں جو امت کے فلاح و بہبود کے تئیں آپ کے درد دل اور سوز جگر کا غماز ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''آپ پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں؟ اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کی جان و مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں:((ان اللّٰہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ)) مگر ہم ہیں کہ بیع دینے سے انکار اور ثمن کے خواستگار ہیں۔ برصغیر ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں کہ وطن و مال واہل وعیال چھوڑ کر ہزاروں کوس جائیں اور میدان جنگ میں ترکی مسلمانوں کا ساتھ دیں۔ہاں مال تو دے سکتے ہیں۔اس کی حالت بھی سب آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔وہاں مسلمانوں پر یہ گزر رہی ہے یہاں وہی جلسے ہیں، وہی رنگ، وہی امنگ، وہی تماشے، وہی پارٹیاں، وہی غفلتیں، وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں''۔[امام احمد رضا اور جدید افکار ونظریات۔ص۲۰۵]

اس لائحۂ عمل میں امام احمد رضا نے جن نکات وتجاویز کی طرف امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی ہے، وہ قابل عمل اور لائق اعتنا ہونے کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا کی کامیاب قیادت ورہبری کا آئینہ ہے، لیکن المیہ یہ ہے کہ ان کی پیش کردہ تجاویز کی جانب امت مسلمہ نے توجہ نہ دیا۔اپنی عادت کے مطابق سنہرے حروف سے لکھے جانے والے اس انقلابی تجاویز کو سرد بستے میں ڈال کر اسے قصۂ پارینہ بنادیا۔

پوری دنیا میں آج مسلمانوں کی بدحالی، پریشانی اور لاچاری کی بنیادی وجہ ان کی بے حسی اور غفلت ہے۔مسلمانوں کے مسائل کیا ہیں؟ ملکی یا عالمی سطح پر انھیں کن چیلنجز کا سامنا ہے؟ امت کے قائدین کو یا تو اس کا ادراک نہیں، یا ہے تو کچھ کر گزرنے کا جذبہ ہی نہیں۔

علما اپنی درس گاہوں میں بیٹھے منطق وفلسفہ کی باریک گتھیاں سلجھانے میں مست۔مسند نشینان خانقاہ اپنے حلقۂ احباب میں خوش، خطبا اپنی گھن گرج خطابت کے ذریعہ عوام سے داد وتحسین حاصل کر کے مگن ہیں، غرض کہ قائدین امت میں جمود وسکوت ہے۔

امید وبیم کے اس عالم میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی قائدانہ صلاحیت اور اہل ایمان کے لیے کچھ کر گزرنے کا پاکیزہ جذبہ امت کے قائدین کو دعوت نظارہ دے رہا ہے۔

سچ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جن نکات اور تجاویز کی پیش کش کی ہے اور جس تحریک وعمل کی دعوت دی ہے، اس کے نفاذ کے لیے علما ومشائخ اور دانشوران ملت متحد ہو کر میدان عمل میں اتر آئیں اور اس کے نافذ کرنے میں جہد بلیغ سے کام لیں تو انقلاب برپا ہو جائے، اور اس سے امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی روح بھی خوش ہوگی، اور قوم ترقیاتی راہ پر گامزن ہوگی۔

کتاب ''فوز مبین'' پر ایک صدی اور شرعی تقاضے

تحریر: مولانا خالد ایوب مصباحی شیرانی (راجستھان)

khalidinfo22@gmail.com

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ اپنے زمانے کی اس ضرورت کا نام تھا، جس نے وقت کی ہر پکار پر لبیک کہا، ہر چیلنج کو مردانہ وار قبول کیا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ نے جس ہمت مردانہ کے ساتھ چیلنج قبول کیا، اسی قوت کے ساتھ اسے انجام تک پہنچایا۔

سن 1338ھ میں مجدد وقت نے سائنس کے ایک غیر اسلامی نظریہ کی تردید میں وہ تاریخی کتاب لکھی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ فوز مبین در ردحرکت زمین (۱۳۳۸ھ) اپنے آپ میں قدیم فلسفہ، گردش زمین اور اس تعلق سے اسلامی نقطہ نظر واضح کرنے والی وہ لاجواب تحریر ہے، جس کی پوری صدی میں کوئی مثال نہیں دی جا سکتی۔

اس تحریر کی علمی حیثیت، دلائل کی قوت، قوت استدلال اور تاریخی اہمیت پر ایک مستقل بحث ہونی چاہیے۔ یہ حضرت امام کے ماننے والوں پر ایک بہت بڑا قرض ہے، لیکن نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ ایک صدی سے زائد کی مدت گزر جانے کے باوجود ہم اس کتاب کو عالمی کتابوں کی فہرست میں تو کیا شامل کرواتے، اب تک اس کو مقبول عام و خاص کتاب بھی نہ بنا سکے، بلکہ جس اسلامی مقصد کے لیے یہ کتاب لکھی گئی، اس تعلق سے اب تک سائنس کا نظریہ بھی تبدیل نہیں کروا سکے۔

اس مسئلے کے متعلق سائنسی نظریہ کی تبدیلی کچھ اس قدر مشکل نہیں، جتنی دیگر نظریات کی تبدیلی مشکل ہے، کیوں کہ اس کتاب کے بنا بھی از یں قبل گردش زمین کا سائنسی نظریہ تقریباً چار بار بدل چکا ہے، اور اسی وجہ سے موجودہ نظریہ کی تبدیلی کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔

اس عظیم تحریر کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ حضرت امام نے 105 دلائل کی قوت سے اسلامی فکر کو ناقابل تردید حد تک مستحکم کیا ہے۔

اس علمی کمال میں بھی شان عبقریت یہ ہے کہ ان 105 دلائل میں سے صرف 15 دلائل وہ ہیں، جو اسلاف و اخلاف سے منقول ہیں اور ان کو بھی آپ علیہ الرحمہ نے من وعن نہیں لیا، بلکہ ان کی تصحیح کی، باقی 90 دلائل وہ ہیں جو تن تنہا حضرت والا کے ذہن ثاقب، فکر رسا، قوت استنباط اور علمی تبحر کا نتیجہ ہیں، رسالے کی تبویب و تقسیم اور تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ رسالہ مسمی بنام تاریخ: فوزِ مبین در ردحرکت زمین (۱۳۳۸ھ) ایک مقدمہ اور چار فصل اور ایک خاتمہ پر مشمل۔

مقدمہ: میں مقررات ہیأت جدیدہ کا بیان، جن سے اس رسالہ میں کام لیا جائے گا۔

فصل اول: میں نافریت پر بحث اور اس سے ابطالِ حرکت زمین پر 12 دلیلیں۔

فصل دوم: میں جاذبیت پر کلام اور اس سے بطلان حرکت زمین پر 50 دلیلیں۔

فصل سوم: میں خود حرکت زمین کے ابطال پر اور 43 دلیلیں۔ یہ بحمدہ تعالیٰ بطلان حرکت زمین پر 105 دلیلیں ہوئیں، جن میں 15 اگلی کتابوں کی ہیں، جن کی ہم نے اصلاح و تصحیح کی اور پورے 90 دلائل نہایت روشن وکامل، بفضلہ تعالیٰ خاص ہمارے ایجاد ہیں۔

فصل چہارم: میں ان شبہات کا رد جو ہیات جدیدہ، اثبات حرکت زمین میں پیش کرتی ہے۔

خاتمہ: میں کتبِ الٰہیہ سے گردش آفتاب و سکونِ زمین کا ثبوت۔ والحمد للہ مالک الملک والملکوت۔

(رسالہ: فوز مبین در ردحرکت زمین، مشمولہ: فتاوی رضویہ مترجم، جلد 27)

اس تبویب سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مصنف نے بحث کے کسی گوشے کو تشنہ کام نہیں چھوڑا اور کتاب دیکھنے والے بتائیں گے کہ جیسے کتاب اپنے مباحث سے متعلق ہمہ جہت ہے، اسی طرح تحریر میں تحقیق کا پورا پورا حق ادا کیا گیا ہے۔

خیال رہے یہ رسالہ محض اس لیے اہمیت کا حامل نہیں کہ اس نے سائنس سے لوہا مول لیا ہے، بلکہ اس سے بھی پہلے اس لیے ضروری ہے کہ اس میں اسلامی نظریہ کی تائید وتقویت اور غیر اسلامی نظریہ کی شدید تر دید ہے۔

تمہید میں کتاب کے اس پہلو اور فی نفسہ اہمیت کے متعلق لکھتے ہیں:

الحمدللہ وہ نور کہ طورِ سینا سے آیا اور جبل ساعیر سے چمکا اور فاران مکہ معظّمہ کے پہاڑوں سے فائض الانوار و عالم آشکار ہوا۔ شمس وقمر کا چلنا اور زمین کا سکون روشن طور پر لایا، آج جس کا خلاف سکھایا جاتا ہے اور مسلمان ناواقف نادان لڑکوں کے ذہن میں جگہ پاتا اور ان کے ایمان واسلام پر حرف لاتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

فلسفہ قدیمہ بھی اس کا قائل نہ تھا، اس نے اجمالاً اس پر ناکافی بحث کی جو اس کے اپنے اصول پر مبنی اور اصول مخالفین سے اجنبی تھی۔ فقیر بارگاہِ عالم پناہ مصطفوی عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی غفراللہ لہ وحقق املہ کے دل میں ملک الہام نے ڈالا کہ اس بارے میں باذنہ تعالیٰ ایک شافی وکافی رسالہ لکھے، اور اس میں ہیأتِ جدیدہ ہی کے اصول پر بنائے کار رکھے کہ اُسی کے اقراروں سے اس کا زعم زائل اور حرکتِ زمین وسکون شمس بداہۃً باطل ہو، وباللہ التوفیق۔ (ایضا)

چوں کہ رسالے کی زبان فلسفیانہ، انداز تر دیدی اور لہجہ عالمانہ ہے، اس لیے بارہا عامیوں، بلکہ عام خواص کے لیے بھی اس سے استفادہ ممکن نہیں ہوتا۔ یہ استفادہ اس وقت مزید مشکل ہو جاتا ہے جب اس کتاب میں استعمال شدہ اصطلاحات کو موجودہ سائنس کی متبادل اصطلاحات نہیں مل پاتیں۔

جب کہ اس کتاب کی فہم میں رکاوٹ کے طور پر ایک بنیادی مسئلہ یہ بھی رہا ہے کہ ایک طرف اس کی قدیم فلسفیانہ اصطلاحات کے سمجھنے والے بھی خال خال رہ گئے ہیں اور جو دو چند بچے بھی ہیں، وہ موجودہ سائنس کی متبادل اصطلاحات سے واقف نہیں ہوتے، یعنی اس کتاب سے استفادہ کرتے ہوئے موجودہ سائنس کے نظریہ گردش زمین کو رد کرنے کے لیے ایک مستقل ٹیم ورک کی ضرورت ہے، جس میں قدیم فلسفے کے ماہرین بھی ہوں، جدید سائنس کے جاننے والے بھی۔

ہمارا یہ عہد اس طرح کے دقیق علمی مسائل کو حل کرنے کا آخری دور کہا جاسکتا ہے، کیوں کہ ہنوز راست صاحب کتاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی سے ان کے خلیفہ وتلمیذ ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری اور پھر ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ کے خوان علم سے خوشہ چینی کرنے والے فیض یافتگان کا سلسلہ تلمذ موجود ہے، یا کم سے کم ان مسائل سے علمی شغف رکھنے والے افراد ابھی اپنی عمر کے آخری مراحل میں ہیں، ورنہ آئندہ نسلوں میں ان صلاحیتوں کے حامل افراد کے وجود کی زیادہ امید نہیں کی جاسکتی۔

حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمٰن رضوی پورنوی، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، حضرت علامہ قاضی فضل احمد اور حضرت مولانا محمد حنیف خاں بریلوی ادام اللہ تعالیٰ فیوضہم جیسے حضرات والا صفات ہمارے دہر میں ان چند چیدہ نفوس قدسیہ میں ہیں جن سے اس رسالے کی گرہ کشائی، اس پر مستقل کام کرنے کرانے اور نتیجتاً اس سائنسی نظریہ کی تبدیلی کی امیدیں کی جاسکتی ہیں۔

کاش! ایسا ممکن ہو، ورنہ اگر یہ موہوم شمع امید بھی گل ہوگئی تو شاید ایک علمی خزانہ مبارک دفینہ بن کر رہ جائے گا اور بس۔

امام احمد رضا اور انقلابی خدمات

از: مولانا فیضان سرور مصباحی: جامعۃ المدینہ فیضان عطار (نیپال)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) ایک عظیم مفسر، محدث، فقیہ محقق، مدقق، اصولی، عاشق رسول، ولی کامل، مصلح امت اور نابغہ عصر تھے۔ آپ نے جس زمانے میں آنکھیں کھولیں، وہ امت مسلمہ کے لیے بڑا پر آشوب تھا۔ ایک فتنہ ہو تو اس کی سرکوبی قدرے آسان ہوتی ہے، یہاں تو گردش لیل ونہار کی طرح نت نئے فتنوں کا سامنا تھا۔

ہاں! ان تمام فتنوں میں ایک بات وجہ مشترک کے طور بھی موجود تھی، جس کو مختصر لفظوں میں "اسلاف بیزاری" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، اور اس کے پس پشت کارفرما جذبے کو "جذبہ تنقیص محبوبان خدا" کا نام دیا جا سکتا ہے۔

امام احمد رضا قت بریلوی نے اپنی تمام تر تبحر علمی کے ساتھ ساتھ بارگاہ خداوندی سے ایک اور خصوصی نعمت ''جذبہ اسلاف شناسی" پائی تھی، جس کی طرف قرآن پاک نے ''صراط مستقیم'' کے لفظ سے اشارہ فرمایا ہے، اور اس راستے کے مسافروں کو "انعام یافتہ" ہونے کے عظیم تمغہ سے سرفراز کیا ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ اللہ تعالی نے آپ کو اسلاف کی روایتوں کا امین بنایا تھا، اس لیے نہایت ہی امانت داری، صدق پروری اور بصیرت و دانائی سے ان افکار کا جائزہ لیا، ان کے زیر و بم اور نشیب و فراز کا پتہ لگایا، اور پھر حسب موقع تصلب دینی اور رحم دلی کے طریق کار کو بروئے کار لاتے ہوئے باطل افکار کی بنیادوں پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ تمام تر اسلاف بیزار جماعتیں چیخ اٹھیں۔

امام احمد رضا محقق بریلوی حق پرست تھے، اس لیے وقت کے حق پرستوں نے آپ کا ساتھ دیا، کیا عرب کیا عجم، سب نے بیک زبان ہو کر امام احمد رضا محقق بریلوی کے آواز حق وصداقت کا شان دار استقبال کیا۔

مگر جن لوگوں کے باطل افکار و نظریات کو آپ نے چیلنج کیا تھا، ان کی تمام تر کوششوں کا رخ اب امام احمد رضا کی طرف ہو گیا، اور ایسا ہونا بھی ایک فطری امر تھا، اب دشنام طرازیوں سے لے کر بہتان تراشیوں تک سب کا سہارا لیا گیا۔

محض اس غرض سے کہ اس آواز حق وصداقت کو کسی طرح دبا دیں، مگر انھیں کامیابی نہ ملی، باطل پرست جماعتیں حرمین شریفین میں بھی رسوا ہوئیں، اور اپنے دیار میں بھی۔

امام احمد رضا محقق بریلوی کے یہ کارنامے ایک تحریک کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ اور امام احمد رضا حقانیت کی علامت بن کر افق عالم پر چھا گئے۔ آپ کے علمی خانوادہ، تلامذہ، خلفا اور دیگر حق پرستوں نے آنے والی نسلوں میں آپ کی تحقیقات وتدقیقات کو منتقل کر کے حقیقی اسلامی تعلیمات کو عام کرنے میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

سچ پوچھیے تو امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمہ نے خداداد صلاحیتوں کے ذریعے حق و باطل کے درمیان ایسا خط امتیاز کھینچ دیا ہے کہ خوب و ناخوب کی پہچان آسان سے آسان تر ہو گئی ہے، اور ان کی روشنی میں سج دھج کر آنے والے قسم قسم کے باطل چہرے دور ہی سے پہچان لیے جاتے ہیں۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری   خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تم پر

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے تعلیمی نظریات

از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی، مدیر: سواد اعظم (دہلی)

ای میل gmnaimi@gmail.com

شرق سے غرب تک شمال سے جنوب تک، عوام سے لے کر خواص تک، اپنوں سے بیگانوں تک جس ذات کا چرچا آج زبان زد خاص وعام ہے، وہ ذات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے۔جن کی ذات تمام علمی حلقوں میں موضوع بحث بنی ہوئی ہے اور زمانہ ان کی ہمہ جہت شخصیت کو سمجھنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے، مگر ذات احمد رضا اتنی پہلودار ہے کہ ابھی تک ان کے علمی کارناموں کا کما حقہ احاطہ نہیں کیا جاسکا ہے۔

امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ ۱۰، شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ / ۱۴، جون ۱۸۵۶ء کو حضرت مولانا مفتی نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پیدا ہوئے۔ پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار رکھا گیا۔ جد امجد مفتی رضا علی خان علیہ الرحمہ نے آپ کا اسم گرامی ''احمد رضا'' تجویز کیا۔(۱)

کہا جاتا ہے کہ جن افراد سے قدرت کو کوئی اہم کام لینا ہوتا ہے، انہیں بہت زیادہ صلاحیتوں کے ساتھ بھیجا جاتا ہے، اور وہ شخصیتیں اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر جلد ہی سب کو یہ احساس کرا دیتی ہیں کہ وہ کوئی عام نہیں ہیں، بلکہ خاص ہیں۔اعلیٰ حضرت بھی انہیں عظیم شخصیتوں میں ایک نمایاں شخصیت ہیں۔آپ کی ذہانت وفطانت شروع ہی سے آشکار ہونے لگی تھی۔محض چار سال کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ مکمل کیا اور چھ سال کی چھوٹی سی عمر میں مجمع عام منبر پر بیٹھ کر میلاد پاک کے موضوع پر ایک عمدہ تقریر فرمائی۔(۲)

چھ سال کی چھوٹی سی عمر میں مجمع عام میں آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد پاک پر تقریر کر کے آپ نے اپنے عزائم ظاہر فرما دئے تھے، اور لوگوں کو یہ احساس کرا دیا تھا کہ آگے چل کر یہی نوخیز بچہ عظمت مصطفیٰ کی پاسبانی کرے گا اور ذکر مصطفیٰ میں اپنی ہستی کو فنا کر کے زمانے کو یہ پیغام دے گا: ع/ دہن میں زباں تمہارے لئے بدن میں ہے جاں تمہارے لئے

جب اعلیٰ حضرت اپنی عمر کے آٹھویں دور میں داخل ہوئے تو ایک اور حیرت انگیز واقعہ ظہور میں آیا۔عموماً اس عمر میں بچے پابندی سے پڑھائی کرتے رہیں، یہی بہت بڑی بات ہوتی ہے، مگر اعلیٰ حضرت نے اس ننھی سی عمر میں ہی اپنی خداداد صلاحیتوں کا اظہار شروع کر دیا۔

محض آٹھ سال کی عمر میں آپ نے درس نظامی میں شامل نصاب کی ایک اہم کتاب ''ہدایۃ النحو'' کی عربی زبان میں شرح لکھ کر ایک زمانہ کو حیرت میں ڈال دیا۔(۳)

اس عمر میں درس نظامی پڑھنا، نصاب میں شامل کتابوں کو سمجھنا ہی بہت بڑی کامیابی تصور کیا جاتا ہے، مگر امام احمد رضا نے نہ صرف کتاب کو سمجھا، بلکہ اس کو سمجھنے کے لیے اس کی شرح، وہ بھی عربی زبان میں لکھ کر سارے زمانے کو یہ جتا دیا:

ع/ مجھ کو جانا ہے بہت آگے حد پرواز سے

اس طرح تیزی کے ساتھ تعلیم کی سیڑھیاں طے کرتے ہوئے آپ تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کر کے فارغ ہو گئے۔۱۴، شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ / ۱۹، نومبر ۱۸۶۹ء کو آپ دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

اسی دن آپ نے رضاعت سے متعلق ایک فتویٰ لکھا۔امیدوں کے مطابق جواب بالکل درست تھا اس سے خوش ہو کر والد محترم حضرت علامہ مفتی نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نور نظر کو فتویٰ نویسی کی اجازت عطا فرمائی اور خود مسند افتا پر بیٹھایا۔(۴)

اس فتوے کے متعلق خود امام احمد رضا فرماتے ہیں: ''یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴، شعبان ۱۲۸۶ھ کو منصب افتا عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمد اللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت دس شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴، جون ۱۸۵۶ء ۱۱، جیٹھ سدی ۱۳۱۹ سمبت کو ہوئی۔ تو منصب افتا ملنے کے وقت فقیر کی عمر تیرہ برس دس مہینہ چار دن کی تھی۔ جب سے لے کر اب تک برابر یہی خدمت دین لی جا رہی ہے، والحمد للہ''۔(۵)

عمر عزیز کے تیرہویں سال سے آپ کا قلمی سفر جو شروع ہوا تو تادم وفات جاری رہا اور اس عرصے میں قریب ۵۵، علوم وفنون پر مشتمل ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ماہر رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''آپ کی تصنیفات، تالیفات، تعلیقات اور شروح وحواشی کی نامکمل فہرست علامہ محمد ظفر الدین رضوی، علامہ عبد المبین نعمانی، عبد الستار ہمدانی، سید ریاست علی قادری اور راقم نے مرتب کی تھی جو پچاس سے زائد علوم وفنون میں لگ بھگ ایک ہزار ہیں''۔(۶)

اس قلمی سفر میں آپ نے مذہب وعقیدہ، اخلاق وتصوف، شریعت وطریقت، شعروشاعری، منطق وفلسفہ، فقہ وحدیث، ترجمہ وتفسیر، فصاحت و بلاغت، درایت و روایت، سائنس و ریاضی ہیئت و نجوم جیسے اہم موضوعات پر ہزاروں صفحات تحریر فرما کر پوری اسلامی دنیا پر احسان عظیم فرمایا ہے۔

سید محمد جیلانی اشرف کچھوچھوی تحریر فرماتے ہیں: ''اگر ہم ان (امام احمد رضا) کی علمی وتحقیقی خدمات کو ان کی ۶۵، سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر ۵، گھنٹے میں امام احمد رضا ایک کتاب ہمیں دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا امام احمد رضا نے تن تنہا انجام دے کر اپنی جامع وہمہ صفت شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے ہیں''۔(۷)

تعلیمی نظریات:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وتصنیفات سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ آپ علوم جدیدہ مثلاً سائنس وجغرافیہ، ریاضی ومعاشیات اور علم تجارت وغیرہ کے خلاف نہیں تھے، کیوں کہ ان علوم میں خود آپنے بہت ساری کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ہاں! آپ کے نظریہ تعلیم میں اس چیز کی قید ضرور ہے کہ تمام علوم چاہے وہ قدیم ہوں یا جدید سب کا مقصد تفہیم دین ہونا چاہئے۔ آپ کے نزدیک تعلیم کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں:

(۱) تفہیم دین

(۲) رضائے الٰہی کا حصول۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''رزق علم میں نہیں وہ تو رزاق مطلق کے پاس ہے جو خود اپنے بندوں کا کفیل ہے''۔(۸)

آگے فرماتے ہیں:

''دنیوی علوم کا حصول اگر اس نیت سے کیا جائے کہ اس سے دین کا مفاد مقصود ہو تو وہی تعلیم دین بن جائے گی''۔

(۳) حسن نیت اور حسن عمل کی ترتیب کرنا۔

فرماتے ہیں ''حسن نیت سے بے شمار احکام بدل جاتے ہیں اچھا بھلا کام نیت بدلنے سے نامسعود ہوجاتا ہے''۔(۹)

(۴) معرفت الٰہی۔(۵) تفہیم منصب رسالت۔(۶) خیر وشر میں فرق کی وضاحت۔(۷) تعمیری کردار۔

مذکورہ مقاصد کو سامنے رکھ کر تعلیم حاصل کی جائے تو یقیناً ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے گا۔ یہ اصول نہ صرف اہل اسلام کے لیے مفید ہیں، بلکہ اگر غیر مسلم بھی اس پر عمل کرلیں تو ضرور بالضرور وہ بھی اس کے مفید اثرات محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

آج ہمارے سماج میں تیزی کے ساتھ تعلیم کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے باوجود معاشرے میں اخلاقی گراوٹ بھی تیزی کے ساتھ آرہی ہے، اور یہ گراوٹ بھی سماج کے اس طبقے میں آرہی ہے جسے سماج کا سب سے اعلیٰ طبقہ مانا جاتا ہے۔ آئے دن ہم اخبارات میں اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کے چوری جیسے معاملات میں گرفتاری کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں۔

حصول تعلیم کے باوجود آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس بات کا امام احمد رضا کے لفظوں میں سیدھا سا جواب ہے ''خیر وشر میں فرق کی وضاحت'' اور ''تعمیری کردار'' سے غفلت برتنا۔ اگر آج بھی معاشرہ امام احمد رضا کے اس تعلیمی نظریے پر عمل کرلے تو ایک انقلاب برپا ہو جائے گا اور ہم سماج میں پھیل رہی ان بیماریوں کے خلاف بار بار کے احتجاج و ہڑتال سے بھی محفوظ رہیں گے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے تفہیم دین کے لیے کچھ اور علوم کو معاون قرار دیا ہے، جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) علم طبیعات وارضیات، تاکہ ان علوم کے ذریعے پانی اور مٹی کی ماہیت اور احوال معلوم کیے جاسکیں، تاکہ اس کے ذریعے بدن، لباس اور جائے سجدہ کی طہارت و پاکی کے مسائل معلوم ہوسکیں۔

(۲) علم ریاضی کا جاننا، تاکہ اس کے ذریعے فرائض ومیراث کے مسائل کو بہتر طریقے سے سمجھا جاسکے۔

(۳) علم توقیت کا جاننا، تاکہ اس کے ذریعے نماز، روزہ حج وغیرہ کے اوقات متعین کرنے میں آسانی ہو، اور وقت کا صحیح ادراک ہو سکے۔

(۴) علم کیمیا کا جاننا، تاکہ اس کے ذریعے اشیاء کی اصل ماہیت کی پہچان کی جاسکے وغیرہ۔

انگریزی زبان کا پڑھنا: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بارگاہ میں انگریزی زبان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''ذی علم مسلمان اگر بہ نیت ردّ نصاریٰ انگریزی پڑھے گا اجر پائے گا، اور دنیا کے لیے، صرف زبان سیکھنے یا حساب اقلیدس، جغرافیہ جائز علوم پڑھنے میں حرج نہیں، بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہوکر اپنے دین وعلم سے غافل نہ ہوجائے، ورنہ جو چیز اپنا دین وعلم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے، حرام ہے''۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا نقطہ نظر بالکل واضح ہے کہ اگر علوم جدیدہ ایک زبان کے طور پر حاصل کئے جائیں تو جائز ہے۔ اگر دین کے فائدے کی غرض سے ان علوم کو سیکھا جائے تو صرف جائز ہی نہیں، بلکہ ان کے سیکھنے پر اجر وثواب بھی ملے گا، لیکن اگر ان علوم کی وجہ سے اپنے دین کو ہی فراموش کرنے لگے تو یقیناً یہ بڑے خسارے کا سودا ہے، کیوں کہ ایک مسلمان کے لیے اس کے ایمان سے بڑی کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔ ایمان سلامت تو سب سلامت، ایمان نہیں تو خیر نہیں۔

اساتذہ کا مقام:

تعلیم کا حصول بغیر استاذ کے ممکن نہیں۔ (عام حالات میں تو یہی قاعدہ ہے، ہاں جسے اللہ نواز دے وہ الگ بات ہے)، اس لیے ایک انسان کی زندگی میں ماں باپ کے بعد سب سے اہم رول اس کے اساتذہ کا ہوا کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے مختلف مقامات پر اساتذہ کے مقام ومرتبے کا بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

(الف) ''عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ

وسلم ہے۔(۱۰)

(ب) اگر استاذ کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے۔

(ج) جس سے اس کے استاذ کو کسی طرح کی تکلیف پہنچی وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا۔

(د) اساتذہ کو دھوکہ دینا خصوصاً امر دین میں گناہ کبیرہ ہے اور یہ یہودیوں کی خصلت ہے۔(۱۱)

اساتذہ کے لیے ہدایات:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اساتذہ کرام کو بھی چند ہدایات فرماتے ہیں۔

(۱) جو علم سکھایا جائے، سیکھنے والا اس کا اہل ہو۔

(۲) استاذ جو پڑھا رہا ہے اس میں خود غواصی [مہارت] رکھتا ہو۔

(۳) استاذ متعلقہ کتابیں پوری تحقیق اور گہرائی کے ساتھ پڑھائے۔

(۴) تنقید کا پہلو بھی پیش نظر رہے، تاکہ طلبہ کے ذہن میں کوئی اشکال وارد ہو تو اس کا تصفیہ بھی ہو۔

اعلیٰ حضرت خود اپنے درس کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

''فقیر نے قدرت والے رب کی مدد سے ان تمام علوم وفنون میں غواصی کی اور ان کے دقائق وحقائق کو آسان کر کے ان کے اصحاب کو سکھائے اور ان کی کتابیں چھان بین اور تنقید کے ساتھ پڑھائیں''۔(۱۲)

یہ اعلیٰ حضرت کے تعلیمی نظریات کی اجمالی باتیں تھی۔ اگر تفصیل سے کام لیا جائے تو کافی صفحات درکار ہوں گے، اس لیے تھوڑے کو بہت سمجھتے ہوئے ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم امام احمد رضا کے تعلیمی نظریات کو زیادہ سے زیادہ عام کریں، تاکہ ہمارا معاشرہ جو قلت علم کی وجہ سے دیگر اقوام سے بہت پیچھے ہو گیا ہے، پھر سے تعلیمی میدان میں اقوام عالم کی قیادت کرے۔

حواشی:

(۱)(سوانح اعلیٰ حضرت، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۸۸)

(۲)(سیرت امام احمد رضا، مولانا عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری، مطبوعہ لاہور، ص ۳)

(۳)(سیرت امام احمد رضا، مولانا عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری، لاہور، ص ۴)

(۴)(سوانح اعلیٰ حضرت، مولانا بدر الدین قادری، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۹۲)

(۵)(الملفوظ، ۱/۴۲، مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی)

(۶)(ڈاکٹر مسعود احمد۔ چشم و چراغ خاندان برکاتیہ، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں، ص ۷)

(۷)(ماہنامہ المیز ان ممبئی، امام احمد رضا نمبر، ص ۶)

(۸)(فتاوی رضویہ، ۲۲/۱۰)

(۹)(فتاویٰ رضویہ، ۱۰/۵)

(۱۰)(فتاویٰ رضویہ جدید ۲۳/۶۳۸، مطبوعہ پور بندر گجرات)

(۱۱)(فتاویٰ رضویہ جدید، ۲۳/۶۸۲، مطبوعہ پور بندر گجرات)

(۱۲)(امام احمد رضا، الاجازات المتینہ)

اشاریہ: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) سال ۲۰۱۷ء

مولانا شفق فیضی (کلکتہ)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: جنوری ۲۰۱۷ء

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: فروری ۲۰۱۷ء

سلف وخلف طلبہ کا تقابلی جائزہ: مولانا کمال احمد علیمی (جمداشاہی)

خضر راہ

اسلامی قوانین پر تنقید کا مقصد کیا ہے؟ مفتی شریف الرحمن رضوی جنرل سکریٹری آل کرناٹکا سنی علما بورڈ (کرناٹک)

پوشیدہ عزائم بے نقاب: مولانا منیف عالم رضوی (سیتامڑھی: بہار)

الجامعۃ الاشرفیہ کی تاریخی جھلکیاں: قاری ذوالفقار رضا نوری (بنگلور)

گلوبلائزیشن اور ماہنامہ پیغام شریعت: مفتی اسلم رضا مصباحی قاضی ادارہ شرعیہ (بنگلور)

خیروخبر: ادارہ پیغام شریعت (دہلی)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: مارچ ۲۰۱۷ء

اداریہ: امریکہ میں درس نظامی کا فروغ: مفتی فیضان المصطفیٰ قادری (امریکہ)

مشکل احادیث اور ان کا حل: مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج)

ایک مجلس میں تین طلاق ایک؟ مولانا ازہار احمد امجدی (بستی)

نماز میں رفع یدین کی شرعی حیثیت: مولانا محمد صلاح الدین

پاک وصاف رہنے کی حکمتیں: محمد عارف منظر مداری الازہری (کان پور)

حضرت مفتی محمد عمیم الدین ہزاروی قدس سرہ القوی کی حیات وخدمات: ڈاکٹر غلام جابر شمس (ممبئی)

حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز بانی الجامعۃ الاشرفیہ (مبارکپور): مولانا محمد ابوہریرہ رضوی (مبارک پور)

ہندوستان کا بدلتا سیاسی منظرنامہ: طارق انور مصباحی (کیرلا)

خضر راہ

ووٹ ڈالنا ایک انتہائی اہم فریضہ: حافظ محمد ہاشم قادری (جمشید پور)

چیلنجوں کا جواب: صادق رضا مصباحی (ممبئی)

الزامات اور غلط فہمیاں: مولانا ماہ زماں نوری (بنگلور)

خیروخبر: وفیات: ادارہ پیغام شریعت (دہلی)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: اپریل ۲۰۱۷ء

اداریہ: حسام الحرمین اور برصغیر کے علما کی تصدیقات: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی (ممبئی)

قوموں کے عروج وزوال کی بنیادیں: محمد احسان شمسی: مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ)

شرعی مسائل: مفتی محمود اختر القادری امجدی (ممبئی)

تاج الشریعہ اور محبوب الٰہی: مفتی فیضان المصطفیٰ قادری (امریکہ)

پیشہ وارانہ تعلیمات: طارق انور مصباحی (کیرلا)

اپریل فول منانے کی شرعی حیثیت: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی مصباحی (جمشید پور)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: جون ۲۰۱۷ء

خضر راہ

باغ و بہار

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: جولائی ۲۰۱۷ء

حضور صدر الشریعہ کا پہلے سفر حج کی روداد خود ان کی زبانی: بحر العلوم مفتی عبد المنان علیہ الرحمہ
ہندوراشٹر کا دستور اساسی: مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)

خضر راہ

کیا مسلم پرسنل لا بورڈ نمائندہ جماعت ہے؟ مولانا صادق رضا مصباحی (ممبئی)
جارج برناڈ شا کے اعترافات: غلام مصطفیٰ رضوی (مالیگاؤں)
اور پیاس بجھنے لگی (سلسلہ تیغیہ کے شیخ طریقت): مولانا محمد قمر اخلاق امجدی (سیتامڑھی)
مر کے چین سے سوتا نہیں مارا تیرا: محمد میاں مالیگ (لندن)

باغ و بہار

پانی ٹھنڈا یا گرم: سدرہ فاطمہ بنت عطاء المصطفےٰ عالم شمسی (کلکتہ)
سنتوں کے سائنسی فوائد: محمد سمیع اختر بن کمال ملک (نوادہ: بہار)
محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا قیام اور قوم ہنود کی فطرت: مصباح المصطفےٰ بن کمال ملک (نوادہ: بہار)
حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان مبارک: صبیحہ نوری بنت مولانا منیف عالم رضوی (سیتامڑھی)
ڈائلیسس کا آسان طریقہ: محمد کاشف بن عطاء المصطفےٰ عالم شمسی (کلکتہ)
خیر وخبر: استاذ الشعرا نازاں فیضی گیاوی کی رحلت: شہزادۂ نازاں مولانا محمد شاہد رضا ازہری

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: اگست ۲۰۱۷ء

اداریہ: تذکرۂ خانوادۂ رضویہ از: حضرت شوکت میاں مرحوم: مفتی فیضان المصطفیٰ قادری (امریکہ)
قرآنی اسلوب دعوت اور تفہیم دین کے عصری تقاضے: غلام مصطفےٰ رضوی (مالیگاؤں)
بارگاہ اعلیٰ حضرت میں صدر الشریعہ کے آخری ایام: بحر العلوم مفتی عبد المنان علیہ الرحمہ
ابدال کا وجود احادیث طیبہ کی روشنی میں: مفتی ازہار احمد امجدی (بستی)
سیرت رسول میں عفو و درگزر کے واقعات: مولوی دانش رضا قادری (گھوسی)
میڈیکل سائنس کے تعلیمی پروگرام: مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)

خضر راہ

یہ وہ وفات ہے جس کی کوئی خبر نہیں ہوتی: مولانا جرار احمد (گھوسی)
ہمارا علمی وفکری زوال: مولانا منیف عالم رضوی (سیتامڑھی)
جگا جگا کے تمہیں تھک چکے ہیں ہنگامے: مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)

باغ و بہار

ہندوستان کے صدر جمہوریہ: سدرہ فاطمہ بنت عطاء المصطفےٰ عالم شمسی (کلکتہ)
ورگ وورن اور ہندوستانی فلسفہ: مصباح المصطفیٰ بن کمال ملک (نوادہ: بہار)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: ستمبر ۲۰۱۷ء

خضر راہ

باغ و بہار

خیروخبر: وفیات: حضرت مولانا اعجاز احمد مبارک پوری کی رحلت: مولانا قاسم القادری (دہلی)

مجدد اعظم کو غوث اعظم سے ارتباط لازم کیوں؟ غلام حسین بن خلیل احمد (سدلگٹہ: کرناٹک)

ایک سیاسی رہنما اور جلوس محمدی کا اہتمام: محمد عبدالرزاق بن اللہ بخش آمری (بنگلور)

مدارس میں رشوت خوری، اسباب وتدارک: امجد رضا بن عظیم الدین (اورنگ آباد: بہار)

برطانوی ہند کے گورنر جنرلس: مصباح المصطفٰی بن کمال ملک (نوادہ: بہار)

منقبت درشان اعلیٰ حضرت: مولانا سید اولاد رسول قدسی (نیویارک)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: دسمبر ۲۰۱۷ء

اداریہ: فقہی ویب سائٹ کا آغاز: مفتی فیضان المصطفٰی قادری (امریکہ)

مشکل احادیث اور ان کا حل: مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج)

شرعی مسائل: مفتی عالمگیر رضوی مصباحی (جودھ پور: راجستھان)

اصلاح عقائد واعمال: مفتی منیب الرحمٰن (کراچی)

امام احمد رضا اور اکابر امت کا دفاع: مفتی فیضان المصطفیٰ قادری (امریکہ)

شیعہ امامیہ اور اصول روایت، عرض ونقد: مفتی ازہار احمد امجدی (بستی)

بہ مصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست: مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردان عرب: مولانا حسان المصطفیٰ امجدی (گھوسی)

خضر راہ

تبصرہ: شمارہ جولائی واگست ۲۰۱۷ء: نعمان احمد حنفی (پٹنہ)

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے منائیں؟ مولانا جاوید احمد عنبر مصباحی (انڈمان)

ذرائع ابلاغ پر اسلام کی منفی تشہیر: غلام مصطفٰی رضوی (مالیگاؤں)

باغ و بہار

تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حیوانات و بہائم: سدرہ فاطمہ بنت عطاء المصطفٰی عالم شمسی (کلکتہ)

قانون تعظیم نبوی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی: محمد ناظم بن عبدالرحیم (اتر دیناج پور)

برطانوی ہند کے گورنر جنرلس: مصباح المصطفٰی بن کمال ملک (نوادہ: بہار)

خیر وخبر: دارالعلوم قادریہ غریب نواز ساؤتھ افریقہ کا سالانہ اجلاس: سید محمد ثمرہ اصدق (ساؤتھ افریقہ)

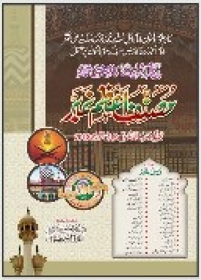
نوٹ: سال ۲۰۱۶ء کے شماروں کا اشاریہ ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: اپریل ۲۰۱۹ء میں شائع کیا گیا ہے۔ (ادارہ)

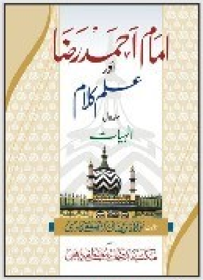
R.N.I. NO. DELURD/2015/65657
Publishing Date : 20
Same Month

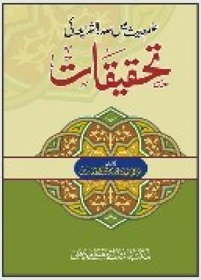
Postal Registration DL (DG-11) 8085/2016-18
Total 56 Pages With Title Cover, Weight 95 grams
Posting Date : 21 & 22

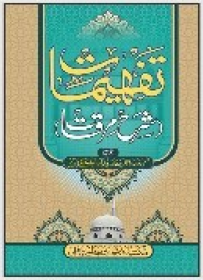
Paigam E Shariat Monthly

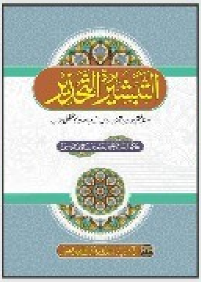
Vol: - 05, Issue : 40 OCTOBER-2019

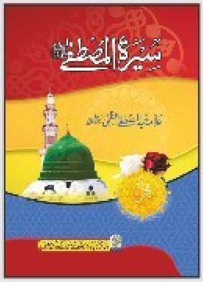












Owner, Publisher & Printer
Mohammad Qasim
Chief Editor
Faizanul Mustafa Qadri

Printed at : **M/s Ala Printing Press**
3636 Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006
Published from : H.No. 422, 2nd Floor, Gali Sarotey wali, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110006